

اسلامی احکام نکاح و طلاق پر پانچ الفین اسلام کے اعتراضات کا جواب و مصداق

احکام اسلام و مذاہب معتبرہ میں تضاد کا موازنہ
(لائق توجہ اہل مذہب کو درشت)

جو لوگ احکام و مسائل اسلام کو پورے واقعت نہیں دیکھتے اور ہمہ دلی کے مدعی ہیں وہ بعض مسائل نکاح و طلاق کے سبب اسلام پر سخت معترض ہیں۔ اور اپنے مسائل مذہب کو مسائل اسلام پر ترجیح دیتے ہیں۔

نکاح کی نسبت ان کے دو سخت اعتراض ہیں ایک یہ کہ اسلام میں تعدد ازواج کا ایک ایسا حکم ہے جس سے ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور اخلاقی حالت تباہ ہوتی ہے مرد و عورت میں مساوات کا نیچرل فائدہ ٹوٹ جاتا ہے مرد کو اس کے قدرتی حق مساوات سے زیادہ حق دیا جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ اسلام میں عورت کو ایک بے ہودا و منقولہ کی مانند سمجھا جاتا ہے اور مرد کو اس کا مالک و آقا۔ وہ تو دین کے لیے خود کیسے ہی حالات و مقتضات علیحدگی پیش آئیں مرد کی قید میں رکھی جاتا ہے۔ کسی حالت میں وہ اس سے علیحدہ ہونے اور اس کو نکاح سے آزاد ہونے کا محاذ و سخت نہیں سمجھتی جاتی جس میں اس کی قدرتی آزادی فنا ہوتی ہے اور اس کو خدا و قوی و صفات کی بیکاری عمل میں آتی ہے۔

اج کل کے مستشرقین سر ولیم مورس صاحب کے غلط سین جہوں نے اپنی اس کتاب میں جس میں حالات زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت کیے گئے ہیں۔ کثرت ازواج طلاق اور غلامی سے جو مذہب ہم کے مسیح میں بیک کے خلاق کو نقصان پہنچا ہے۔ بیک کی زندگی کو زہر بنا ہے۔ مسیح میں بیک کی زندگی ہے۔ مذہب انسانی کی آزادی کھلی جاتی ہے اور فنا ہوتی ہے دوسرے خبرہ۔

نمبر ۵ جلد ۱

مسائل نکاح و طلاق بر اعتراضات کا جواب ۱۳۱

اطلاق قیاسی کا یہ اعتراض ہے کہ اوسکی عام جازت اطلاق و انسانی سمجہ رومی کے مخالفت ہر قدرت کے سلسلہ انتظام کی ناقص و بیک میں نفرتہ اندازی کا موجب ہے۔ اس کے اختیار و استحقاق کو مرد سے مخصوص کرنا عورت کا اس استحقاق سے محروم رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ اور نیچرل قاعدہ مساوات کو توڑنا۔

ہم ان اعتراضات کی کچھ پروا نہ کرتے اور نہ ان کے جوابات کے برپے ہوتے اگر یہ اعتراضات ہمارے نوجوان اسلامی اخوان انگریزی خوانوں پر ساحر و تاثیر نہ کر جاتے اور وہ انکی تاثیر سے متروک و متوحش ہو کر اصل اسلام میں مذہب نہ جاتے مگر جب ہم بعض اخوان انگریزی خوانوں پر اس تاثیر کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور اس تاثیر کے سبب سے ان کو چاہہ ضلالت میں گرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو ہمارے ان اعتراضات سے اعراض کرنا۔ اور ان کے جوابات سے ساکت رہنا بیشمارات بعینہً اگوسیندہ نامہینا در چاہت اگر خاموشی بہ نشیندہ گناہ است سخت گناہ ہے اور ان اعتراضات کی مدافعت اور ان اخوان اسلام کو مدافعت حکیم الکبیرؒ فرماتے ہیں کہ یہاں فریضی ہے۔ اور یہاں فرض اس کے مزارعہ بہتر ہے کہ ہم کسی بھی اختلافی فردی مسئلہ در رفع البیدین و آمین بپھر با ترک تقلید امین خاصہ فریضی کریں۔ اور اپنے کسی اسلامی بہائی کو سے ڈالیں۔

ایک بارہو حرکت اور قوی سبب ان اعتراضات کی مدافعت کا یہ بھی ہوا ہے کہ آج کی سلطنت جس کے ہاتھ میں اہل اسلام مہندستان کی عنان حکومت ہے بعض اعتراضات کی طرف متوجہ ہو رہی ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ موجودہ قوانین ازواج و طلاق معمولہ اہل ہند میں (مسلمان ہندو یا غیر) عورت کو یک جا لہذا و مقولہ سمجھا جاتا ہے اور یہ امر اخلاق اور انصاف سے بعید ہے لہذا عورت کو اس حالت سے رخصت و ترقی دینا مناسب ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں آجائے

۱۱ سال کی نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

نمبر ۵ جلد ۱۰

نہ ہونا چاہیے اسکو نہ یہ قید اس آبادی پر مجبور کرنا مناسب نہیں ہے (چنانچہ حیثیت گورنمنٹ
بیلے و گورنمنٹ ہندس خیال کے منظر حاکمین مستقل ہیں) اگر گورنمنٹ کی اس خیال کی طرف

نقل چٹھی گورنمنٹ بری نمبر ۱۹۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۸۷۵ء

منجانب

سے شوان بہادر قائم مقام انڈسٹریل گورنمنٹ بری منیہ دیوالی

بنام

سیکرٹری گورنمنٹ انڈیا صیفیٹس لٹری

جناب

حسب الحکومہ رسالت کی جاتی ہے کہ آپ مقدمہ دادا جی ہیگا جی بنام سکما بائی کی
جانب جناب گورنمنٹ جنرل بہادر باجلاس کونسل کی توجہ کر آئیں گے جو انڈین لارڈز
سلسلہ میں جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۹ دجلہ ایڈیٹر مطبعہ ہوا ہے اس مقدمہ پر ہندو
شورہ کے واسطے اعدادہ آغاز حقوق زنا شوی دعویٰ کیا تھا۔ زوجہ کی شادی کے
بچپن میں بلا رضامندی اس کے ہوی۔ اور مندریقین کہی ہم صحبت نہ ہو
۔۔ نتیجہ وہی مقدمہ کا عدالت اپیل سے یہ ہوا کہ عدالت ابتدائی نے
ڈگری ملوں کی سکما بائی اپنے شوہر کے گھر ایک ہیڈ مین چلی جائے در صورت
عدم تعمیل اور یہ معلوم ہے کہ سکما بائی کا ارادہ مصمم تعمیل نہ کرنے کا ہے۔ پوری
نذر بندی کے حسب فہم ۲۶۰ منابطہ دیوالی کے جاری ہو سکتی ہے۔

۲۔ اس مقدمہ پر بحث ہوئی ہے اور ایک فرقہ قوم کا ترسیم قانون کا طالب
ہے اور غائب اسکی تائید انگلیٹڈ مین ہی ہو۔

۳۔ درحقیقت نسبت نامناسب ہو اس امر کے کہ ہماری عدالتیں ان شاہی
تعمیل جبر سے لے کر ڈگری ملوں کرین جو بحالت بچپن منعقد ہوئیں بہت کچھ کیا

پوری توجہ ہو گئی ہے اور اس سب سے موجودہ قوانین بحال و طلاق اہل اسلام کو مخالف

ہاں کہتا ہے مگر جناب گورنر بہادر باجلاس کونسل نے الحال اس وسیع میدان
بحث میں داخل ہونا نہیں چاہتے انکی یہ سب سے کچھ ترسیم ضروری ہے
مگر کارروائی جنتیہ کر کے قانون انگلینڈ کی پیروی کرنا کافی خیال کرتے ہیں۔
اور دعویٰ اعادہ حقوق زمانہ کی کو بجائے رکھ کر اس فریق کی ذات کو جس کے
مقابلہ میں دگری صادر ہو رہا ہے جیسے بری کر دیا جائے۔ انگلینڈ میں یہ ترسیم
موجب ۷۴ و ۴۶ و ۴۵ کے تحت باب ۶۰ کے تحت ہے۔ اور جبکہ اس امر کے
کہنہ کی بدامیت ہوئی ہے کہ جناب گورنر باجلاس کونسل کی رائے میں دفعہ
۲۶۰ ضابطہ دیوانی اور دفعہ ۳۰۰ ایکٹ ۱۵۷۵ء کی اسی حد تک
ترسیم کی جائے۔

۶۔ اس امر کے کہنہ کی بھی براہ راست بری ہے کہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۵۹
پر بھی اس وقت توجہ کی جائے اگر بری یہ ہمیشہ ہے کہ حیثیت عورت
اس ملک کی بڑھائی جائے اور انکی قدر زیادہ کی جائے تو ازدواج کی نسبت
بھی کہنا کہ وہ ان قسم جائداد مفقودہ میں برقی سے متعلق ہوگا۔

نقل چٹھی گورنمنٹ ہند نمبر ۱۱۹۹ مورخہ ۷ جون ۱۹۰۷ء

گورنمنٹ ہند نے چٹھی معنوں میں جلد نوکل گورنمنٹ کے نام جاری کی ہے
۱۔ گورنمنٹ میں نے تجویز پیش کی ہے کہ دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی
۲۶۰ کے تحت کہ جناب اس کے متعلق حقوق اور ذوالج کی اجراء سے ہے
ترسیم کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ تجویز کہہ کر مقدمہ دادا جی بیکہاجی مدعی بنام
رکھا بائی جو عدالت کی کورٹ میں فیصلہ کیا ہے پیش کی گئی ہے۔ اور
بابت ترسیم کے یہ رائے تو ہر کی گئی ہے کہ اگر طریقہ مروجہ قانون انگلینڈ کی

عقل و انصاف و برخلافت اصل اختلاف سمجھ کر اس میں مداخلت کی (جیسا کہ اسلامی

پہری کیا دے تو انصاف کافی ہوگا۔ اور اگر چنانچہ اس حقوق زناشوی قائم رکھی جاوے

تو ہم جس شخص پر ڈگری صادر ہو وہ قیصر ہوئے سے بری رکھا جائے۔

دفعہ ۲۔ قانون ہند کے دس دس کے مقدمات ہو سکتے ہیں جن کے ذریعہ

سے شوہر اپنی زوجہ کی رفاقت حاصل کر سکتا ہے۔

الف۔ بابت ویس، بنو حمرت (ایکٹ نمبر ۱۵) ۱۹۴۵ء ضمیمہ ۱ (۱۳۴)

ب۔ دھرم حقوق زناشوی (ایکٹ نمبر ۵) ۱۹۴۵ء ضمیمہ ۲ (۱۳۵)

اپنے مقدمات کی اجازت ڈگری کا اضافہ و مفادات ۲۵۵ و ۲۵۶ متعلقہ دیوانی میں ملے

الترتیب درج ہے۔ درباب مقدمات نیز مل جل کر دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ عورت

نسبت اس شخص کے ہوتے ہی عزت کو روک رکھتا ہے ہمارا کچھ نفاق نہیں۔ لیکن

اگر دوسری قسم کے مقدمات کی نسبت قانون کا بنا قرین صحت سے زمان و دوسم کے

مقدمات میں صاف طور پر تفریق قائم کرنے سے ذمہ اٹھانا مناسب ہوگا۔ درباب مقدمات

قسم دوم۔ وضع ہو کہ جو قانون رشتہ زہر و زہر کا تسلیم کرتا ہے وہ اس امر کو بھی تسلیم

کرتا ہے کہ شوہر کا فرض زوجہ کے ساتھ اور زوجہ کا فرض شوہر کے ساتھ گذران کرنے

کا ہے۔ اس واسطے مقدمات حقوق زناشوی مفید قسم کے مقدمات ہیں۔ بشرطیکہ

اپنے مقدمات کی صلاحت ڈگری کی تکمیل کے واسطے اپنے وسائل اختیار نہ کیے

جاویں جو اخلاق یا معاشرت کو برخلافت ہوں۔ یہ جیب و سرمشاہت کے یہ امر منجملہ

منزاکطاعتی کے ایک ہے کہ مرد و عورت آپس میں رفیق ہوں۔ اور دیوانہ قسم نے

قرار دیا ہے کہ اگر کوئی فریق دوسرے کے ترک دہے یا اس کی پروا نہ کرے تو ہر دو جہاں

میں مستوجب سزا ہوگا (دیکھئے شریعت مجلات جلد ۲۲ و ۲۳ صفحہ ۹۶) پس اگر کوئی فریق

شادی اس فرض سے انکار کرے انصاف یہ کہ عدالت قرار دے کہ وہ فرض

نمبر ۱۰

مکتبہ اسلامیہ پشاور

مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے

مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے

مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے

مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے مکتبہ اسلامیہ پشاور کے لئے

اولیٰ شریعتی و اسلامی احکامات پر جاری کی جاتی ہے۔

نمبر اخشت کی کتب (نمودہ مذاہنات) در پین جاییکی اور سلطان کو حکیم الناس

سو ہم جیسا کہ اس متنبہ غار کے پتہ و حالات ظہور کے ساتھ
کہ درج کی جا رہا ہے اس کے بارے میں اس کی اطلاع کی جاوے اور
پہلے ہم یہ حالت کسی ظہور کے بارے میں جیسا کہ متنبہ
کے ساتھ ہے۔ (دفعہ ۱۱)

و فقہ ہم۔ جو کہ مسلمانوں میں انسانی سے طلاق ہو سکتا ہے۔ اور چون کہ
ہندوؤں کی بہت قومیں ہیں بھی انکاروں سے ہے۔ اگرچہ انہوں نے دوسرے مذاہب
کے متبع ہیں اس لیے علی ظاہر ہندوؤں کے مذکورہ بات پیش کی گئی ہے کہ ہم
تعمیل و تدریسی دھرم منوعی شادی ایک دوسرے سے نہیں چاہتے۔ بشرطیکہ۔

الف۔ فرس مطلقہ کو مفروضہ دیا جائے۔

ب۔ ہر پرورش اطفالِ کلاخ کے دوسری اور معمولی نظام کیا گیا

نوٹ ۵۔ اخیر میں یہی تجویز پیش کی گئی ہے کہ اگر حسب طریقہ بالا کی

کارروائی کیجئے تو قانون اور عملہ راکہ کہ سلطان کے لئے کئی عرض سے مشورہ

شعبہ عقائد

مجلہ طلاق پر اعتراضات کا جواب ۱۴۲۲ھ

مطلوع دین کو کہہ اور اس کی تشکیل واجب و اگرچہ جوئی اور عین بقدر مذہب اسلام کی نشست
و سرشت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اس نظر سے ہی بدلا اور ہر ایک کے
کار میں ہر خدا و ادنیٰ بقدر کیا سلام موجود ہو ایمانی و اسلامی فرق ہے کہ ان
بعض اوقات کے جواب سے تقریر کریں اور اس میں یہ ثابت کر دیا نہیں کہ موجود
نہ نہیں نکاح و طلاق اہل اسلام عقل و اخلاق اور انصاف کے مخالف نہیں و
بہذا اہل تشیع گورنٹ کو جو ایک صفت و مذہب و غیر ملکی گورنٹ ہے ان
مسائل میں یہ اہلک کرنا بخلاف اپنی غیر شرعی کے ناواقف ہے اور یہ مسائل ان
اسلامی یا غیر اسلامی مسائل کے مانند نہیں ہیں جنکو گورنٹ نے خلاف عقل
انصاف و اخلاق سمجھا کر ان میں دست اندازی کی ہے۔

اس ضرورت کو ہمارے اہل خانہ کیا عینی راہنہ دیتے کیا عقلاتی
(حقیقی) نظر انصاف سے سمجھیں تو وہ بھی اس قسم کے مسائل میں بحث کرنا اپنا
اعلیٰ مقصد اور اصل فرض سمجھیں۔ اور باہمی جھگڑوں اور مسائل فرعی میں خانہ
جھگڑوں کو ایک نکتہ بالاتر طاق رکھ دیں۔ یہ بہت وحشت اپنے آپ میں نہ پادین

جو گا کہ عین تقریری دفعہ ۴۔ ایکٹ طلاق پارسیان نمبر ۱۹۶۶ء

کو مسترد کیا جائے۔

دفعہ ۶۔ ان تجاویز پر آخری فیصلہ کرنے کے پیشتر نواب گورنر جنرل بہادر

باجلاس کو نسل مناسب سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ رایت کو کل گورنمنٹ کی رائے لیا جائے۔

اس سے ہم انہما کر رہے ہیں کہ نواب گورنر بہادر و اہل تحقیقات و اصلاح نیز

ان اشخاص کی مختلف جماعتوں سے جو ایسے معاملات ہیں گورنٹ کو

صلاح دینے کے لائق ہوں گورنٹ ہند کو بابت سوالات سندھ و صوبہ

قدر علیٰ حق کے اپنی رائے دیں

نمبر ۱۰۰ مسائل حکام و طلاقی بہتر احکامات کا جواب

تو جو لوگ اس کام میں لگے ہو ہیں انکی تائید و تقریب میں مطلب اللہ ان میں سے بہتر طلاق دینے والے کو دے گا۔
 وہ حضرات جس ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم انکو یہی حکم مقرر کرتے ہیں
 انکو ان دوست جو انکو دیکھتے ہیں بدتر ہے ان ہی مخالفین و معتبرین کی نظر میں
 شمار کرتے ہیں۔ اور ان اعتراضات کے جواب کے درپے ہوئے ہیں۔
 پہلے ہم عقل اور قانون قدرت کے اصول سے استدلال و مزاج اور طلاق
 اور حقوق زوجیت کی ضرورت کا اثبات کرتے ہیں۔ اور اعتراضات مخالفین
 کا ایک اجمالی جواب ہے۔ اگلے بعد مکمل و طلاق و حقوق زوجیت کے متعلق
 احکام اسلام کتاب و سنت سے بیان ہو گا اور ان احکام کا عقل اور قانون
 قدرت سے مطابقت ہو ثابت کیا جائے گا اس کے بعد اعتراضات مخالفین کا
 تفصیلی جواب آوا ہو گا اس کے بعد احکام مذہب معتبرین (یہود و نصاریٰ)
 کو بیان کر کے ان احکام اور احکام اسلام میں موازنہ کیا جائیگا۔
 اخیر میں ہر بیان کو رشتہ کے حضور میں مودیان گذارش ہو گا کہ وہ اس
 مصنف کو انصاف و توجہ سے ملاحظہ فرما کر مسئلہ قانون کی موجودہ مثالیں نکاح
 و طلاق کو درست انداز سے ہی رہے۔

۱۰۰ مسائل احکام کے ملاحظہ کرنے والے کو مسائل حکام و طلاق میں اسلام کے پہلے ہی عقل و انصاف اور
 اخلاق کی رعایت کر رہی ہے نہ مرد و عورت پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اسکو ناچوب چیر کر کے گھر میں بساؤ۔ اور نہ
 عورت کو مرد پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اسکو ناچوب چیر کر کے یا جبراً طلاق دے۔
 یہ کہ ان ہی حالات میں جبراً عورت کو گھر سے باہر جن حالات میں عقل و انصاف اور اخلاق کے خلاف
 کی اجازت دیتی ہے یہی حالات میں عورت کو مرد سے ناچوب چیر کر طلاق دینے کا حق دیا ہے کہ اگر عورت
 کو نہ تسلیم کرے کہ وہ ان مسائل اسلام میں مذمت کرے اور عورت کو یہ حال نہ دے کہ وہ اسکی وجہ جبر حالات میں نہ
 انکو اپنے حاندان کے گھر میں آباد ہو کر قید کے ذریعہ کو مجبور کرے۔ بلکہ مرد و عورت طلاق کے بعد عطا کر دی۔

سازگار و مطابق ہر امر و شے کا جواب ۱۳۴

بہرہ جلد ۱

مخل اور قانون قدرت ضرورت عقد و نکاح اور طلاق

اور حقوق اور واج کا اثبات

نکاح کی بنا پر قدرتی و عقلی ضرورتوں پر ہے۔ جو انسان کے انسان اور منی
الطبع ہونے کے مقتضیات کی ہیں۔ ایک ضرورت حفظ شخص واسطے آپ
کو بچانا و دوسری ضرورت حفظ نوع۔ انسان کی نسل بڑھانا۔ شخص سے مراد ہر
ایک شخص کی اپنی ذات یا وجود ہے اور وہ جسم اور روح دونوں چیز کا مجموعہ ہے
جسم کی حفاظت کے لیے نکاح کے ضروری ہونے پر یہ دلیل ہے کہ انسان
میں جب وہ مذہبی کو پہچانتا ہے ایک ایسا فطری (مگر لطیف و مثریف) جس کو
مسی یا لطفہ کہا جاتا ہے پیدا ہوتا ہے کہ جب تک وہ اس کو تقاضا طبع کے وقت
میں سے خارج نہ کرے اس کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اپنی جسمانی و
روحانی قوتوں سے پورا کام نہیں لے سکتا۔
نکاح جس سے ہر مذہب صحت میں برآمدی ہو یا خود بخود پڑی (عورت کے ساتھ ایک
خصوصیت اور مزاحمت غیر سے اسکی حفاظت پیدا ہوتی ہے) اس دفع فساد
کا ایک سہل الحصول سبب ہے۔ اور اس نکاح کے بغیر ہر وقت اور ہر حالت ضرورت
میں اس کام کو پورا ہونا خوف فساد یا جدال کا محل ہے چنانچہ عام راجعہ انون بڑ
اور خواص کہ ان انون میں ہر اسکالم میں حیوانات کے اصول طبعی پر چلتے ہیں
ہم اس امر کا رات دین مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ان دونوں قوتوں کے علاوہ ہر کام کا خود ان ضروریات میں وہ ان ہی دو کی ضروریات ہیں۔

نمبر ۱

۱۵۴ مسائل نگار صلاحت برائے حضرات کا جواب

حافظ نوع کے لیے نکاح کا ضروری ہم نامیت ظاہر ہے۔ جو کہ حیوانی ضرورت
 (رفع فضا) نکاح کے ذریعہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اس میں حیوانات کے اعضاء نامی
 پر چلتے ہیں ان کے روحانی صفات (اخلاق) معدوم ہو جاتے ہیں۔ بی ضرورت
 ہے حیوانی۔ اور بے مروتی میں وہ حیوانات کے برابر۔ اور اپنے چوڑے اور نسل
 شفقت کرنے کی نظر سے وہ حیوانات سے بدتر ہو جاتے ہیں۔
 حفظ نوع کے لیے نکاح کی ضرورت پر یہ دلیل ہے کہ اگر نوع انسان کو انسان بنانے
 بڑھانا چاہیں تو اس کے لیے صرف نکاح ہی ایک ایسا سبب ہے جس سے نسل کے
 ساتھ ایک نئی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی نئی تعلق ایک ایسا سبب ہے
 جس سے اولاد کی شائستگی سے تربیت اور انکی اخلاق کی تہذیب ہو سکتی ہے۔ جو
 انسانیت کے لیے لازم اور انسان و حیوان میں مابہ الفرق ہے۔
 نطفہ بے تحقیق کا کوئی دستور مرنی نہیں ہوتا اور نہ اسکی شائستگی اور اخلاق
 کی تہذیب کا جس سے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے کوئی ذمہ دار ہو سکتا
 ہے۔

نکاح کا ان دونوں ضرورتوں (حفظ شخص اور حفظ نوع) پر مبنی ہونا مسلم بالائے
 تسلیم ہوگا تو اس سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس نکاح سے یہ دونوں غرضیں یا
 ان میں سے کوئی ایک حاصل نہ ہو وہ کان لم یکن ہے (یعنی ایسا ہے جیسا نطفہ)
 لہذا ایسے نکاح کو منہج کرنا راسخوہ عورت کو طلاق دیدینا یا اگر کسی مصلحت سے
 نفقت

بہ حیوانات میں بعض نر اور تمام مویں اپنے بچوں پر ان کے وقت تربیت نکالنے
 سے پیش آئے ہیں شے کہ درندے و خوش اس اس سے خالی نہیں مگر بدکار انسان
 صورت حیوان سمیرت اپنی اس نسل سے جو بازاری عورتوں کی پریت کا گھر میں ہو چکے ہیں
 کچھ اس محبت نہیں کہتے ہیں وہ حیوانات سے بدتر ہیں۔

نمبر ۱۰

سائل کا جواب

انسانی پائیداری کو کون سے شے کی جانب سے ایسے نکاح کی حالت قائم و موجودگی میں دوسرا
نکاح نہیں ہے یہ دو شخصین یا ان میں سے ایک پیش نظر ہے۔ نہ صرف جائز بلکہ معتدل
و قانون قدرت کے شہادت اور اس اثبات و اختلاف کے اقتضا و ضابطے سے دو
و لازم ہے۔

اس کے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان دونوں شخصوں کا پیدا کرنا نہ پہلے میں سے اس
شخص کا قدرتی ذاتی و عقلی فرض ہے جس کی قدرت و اختیار میں انکا پیدا
کرنا ہو۔ اور اس فرض کے پورا کرنے میں وہ حکم عقل و قانون قدرت و اخلاق
میں رہتا ہے۔

اس تقریر کو میرے ضمن میں خود و انصاف سے پڑھیں گے تو امید ہے کہ وہ اپنے
شیطان و عجز و غی و دل پر لے لینگے۔ یا انہیں ہم اس پر اتفاق نہیں کرتے اور باقی
مراجع بحث کی طرف متوجہ ہونے میں۔

احکام اسلام نکاح اور طلاق کے متعلق اور قانون قدرت و عقل سے انکار

پہلا حکم

نکاح کرنا اس شخص کے لیے جائز یا ضروری ہے جو حی طاق اور مالی وسعت رکھتا ہو
پھر جو حی طاق نہ رکھتا ہو اسکو نکاح کرنا جائز ہی نہیں اور جو مالی طاق نہ رکھتا
ہو اسکو وسعت کا انتظار بہتر ہے۔ اور بلا وسعت نکاح کر لینے میں مصیبت کا اندیشہ

و لیستعفف الذین لا یجدون نكاحًا
یَعْلَمُ صَحیح اللہ من فضلہ (النور ۱۰)
نکاح لینے اسکی سیباب سامان نفقہ
و غیرہ) نہیں پائے وہ گناہ سے بچیں یہاں تک کہ خدا اسکا مالدار کر دے
یعنی جس وہ نکاح کر سکیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں آیا ہے)

طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق

طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق

اے جو ان کے گھر میں طاق (دانی اور جانی) کے گھر کے گھر کے گھر کے گھر کے گھر کے ہے اور گھر کے گھر کے گھر کے ہے اور گھر کے گھر کے گھر کے ہے اور گھر کے گھر کے گھر کے	طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق
ایام نوروزی سے اندر تھے میں ہے سبب شریعت اور اس کی طاقت ہو گئے یہ سبب وہ سبب سبب سبب سبب سبب سبب سبب سبب سبب سبب	اختلف العلماء في المبدأ على قولين يرجعان إلى معنى واحد للمعنى اللغوي وهو المبدأ من استطلاع نقاديت مؤنثه هي مؤنثه في المبدأ (نوروزی)
طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق	طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق طالع اسالیح و طلاق و طلاق و طلاق
حق بل و علاقے فرمایا ہے خدا کی شان و قدرت ہے کہ ہیں سے جوڑے بنائے کلاس سے ملو شکستیں جو اور تم میں شکست قدرت رکھدی۔	ومن ادب ان خلق لكم من انفسكم ازواجاً لتكنوا اليها وجعاً بليكم در حذر (الزوم ع)
اور فرمایا تمہاری عورتیں تمہاری کہنیں ہیں تم اپنی کہنیں کی طرف متوجہ کیفیت سے جاؤ (یعنی تمہاری کہنیں)	نساء کہنیں تمہاری کہنیں ناخواہ تمہاری کہنیں

تیسرے صلبہ ۱۰

۱۲۸

سائل مجھ وطلاق پر اعتراضات کا جواب

اور اس کے پہلے ہیٹ ابھی کر دھلا

ہیہ کہ اولاد دہو از رحمت کا ثواب
لے

دفعہ اول انفسکم (نفرہ ۲)

فیل قد مولا انفسکم یعنی طلب الولد

(معالم التنزیل ص ۹۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبد اللہ کو (جب غزوہ تبوک یا ذات الرقاع
کے وہیں ہوئے۔ اور نئی شادی کی سبب گھر کو جلد روانہ ہوئے۔) فرمایا اےجابر عقیقہ سی اختیار کرنا۔ (یعنی
اس فعل سے طلب الولد کی تہیت رکھنا)قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا جابر انکس انکس
الولد (بخاری ص ۴۹ و ۵۰ وغیرہ)

اور اپنے فرمایا چنانچہ صحیح مسلم میں آیا ہے تم کو اپنی (غور توں سے)

مباشرت میں ہی صدفہ کا اجر ہے۔
کسی بوجہ یا اپنی شہیتہ ان کو
ہیں تو اس میں بھی اجر ملتا ہے۔
اپنے فرمایا یہ شہیتہ حلالی حرام محل
میں ہو تو کہ اس میں لگا نہیں سوتا؟
ایسا کہ اگر ثواب ہوتا ہے اگر طلاق
محل میں شہیتہ پوری کرے۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نصح
حاکم صدقہ۔ قالوا یا رسول اللہ ایاکي احد
شعوتہ دیکرت لہ فیھا اجر قال لا ایتم
لو وضعھا ان تصد ام رک ان علیہ فیھا
وذر فکذلک اذا وضعھا فی المحلال کان
لک الخیر۔
(صحیح مسلم ص ۳۲۵)

اور اپنے فرمایا اپنا پسر بن بوجہ ویز آیا ہے (نکاح ایسی عورت سے زوجہ محبت دہلی

اور بننے والی ہو پھر نہا رہی کثرت نسل
کے سبب در اُمتوں پر فخر کرنے والا
ہوں یعنی فخر کے بن فخر کرے گا۔)قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تزوجوا من دود الولود فانی مکاش
بکرامہ (ابوداؤد ص ۱۲۴۹)یہ دو غرض ہیں (جس لئے وہم میں بیان ہوئی ہیں) وہی دو ضرورتیں ہیں جنہیں نکاح
کا مہی ہونا حکم عقل و قانون قدرت ثابت کیا گیا ہے جس سے ظہرین خصوصاً

ع

۹۴ مسائل کا مجموعہ طلاق پر اعتراضات کا جواب

نمبر دجلہ ۱۰

مترجمین کو یقین ہو سکتا کہ مشرعوں کا یہ حکم مقتضائے عقل و قانون قدرت کو عین مطابق ہے۔ ایسی ہی شرط استطاعت (جس کا بیان مسئلہ اول میں ہوا ہے) عقل و قانون قدرت کو مطابق ہے۔

اس شرط اور ان دونوں غرضوں کو پیش نظر رکھ کر بانی اسلام نے یہ حکم دیا ہے جو ذیل میں بیان ہوتا ہے۔

تیسرا حکم

جن لوگوں کی پہلی یا دوسری یا دو نو غرضیں ایک نکاح سے حاصل نہ ہوں (مثلاً اسوجہ سے کہ ان کی جسمانی طاقت اس قدر ہے کہ اس طاقت کو صرف کر کے بے ایک عورت کفایت نہیں یا ایک عورت سے ان کی اولاد نہیں ہوتی۔ یا حسب ارادہ نہیں ہوتی۔ اولاد کم ہے۔ اور وہ خداداد جسمانی و مالی وسعت کے افسوسناک زیادہ چاہتے ہیں۔ یا اولاد بد چلن ہے اور وہ عورت جس سے اولاد ہوگی بے بیکار ہو چکی ہے یا اولاد زیادہ نہیں ہوتی۔) اور ان میں مالی و جسمانی طاقت اس قدر ہو کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں کی واجبی طور سے خبر گیری کر سکیں۔ اور ان کا نفس ایسا مطمئن ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سے متعدد ازواج کے واجبی حقوق میں غلامی و ساداقہ کر سکیں۔ انکو جائز یا بعض حالتوں میں ضروری ہے کہ وہ ایک سے زائد دہاقتین یا نہایت چار عورتوں سے اپنی ضرورت اور طاقت اور امید استقامت کے موافق نکاح کر لیں۔

حتمی کے لئے فرمایا ہے کہ اگر تم ڈرتے ہو کہ تم یتیم عورتوں سے (یعنی جو ہمیشہ

نکاح میں ہیں) انصاف نہیں کر سکتے تو تم (انکی جگہ) اور عورتیں جو ہمیشہ غرض لگیں دو دہاقتین تین دہاقتین

وان خفتم ان لا تقسطوا فی البیت
فانکوا ما طاب لکم من النساء مشی
و نشت و ربیع وان خفتم ان لا تعدلوا

مجموعہ جلد ۱

مسائل نکاح و طلاق برائے امت مسلمہ

فواحدة (سورۃ تہٰج) جہاں نکاح میں لاؤ۔ ان میں نہیں

یہ خوف ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے نہ ایک ہی رہنے دو۔

عرب کے لوگ یتیم عورتوں کو جہاں کی تربیت میں ہوتی صرف ان کے

اے ان خفتم ان لا تدرعوا فی البیت

النساء اذا تزوجتم یجب فتن و جہا

ما طاب لکم من عتیر من الذک

الرجل یجد یتیم ذات ماک و جہا

و یتزوجھا خفا بہا فربما یجمع

عندہ من هن عدد فلا یبد علی شیا

بحقوقھن (ربضاً و تہ))

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ یہ قول خداوندی اس شخص

عن عائشہ ان رجلاً کان لہ یتیم

فدکھا و کان لھا عذق و کان

یسرکھا علیہ لم یکن یحاق بنفسہ

شیخ فزلت فیدان خفۃ الی

(بخاری ۶۵)

عرب عائشہ فی قول اللہ ان خفۃ نک

فی البیت یتیم ہو ولیھا و نہا

ولھا مال ولیس لھا احد یحییہ و نہا

لا ینکھا لھا یتیم و یحییہا و یحییہا

(صحیح مسلم ۳۲۳۷)

صحیح مسلم میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ مال

کے خیال سے اگر نکاح ہو کر شخص

سے نہ کرنا اپنے ہی نکاح میں رکھتا ہے

سکو مارتا اور بے طبع اس کے

ساتھ رہتا و کرتا۔

نمبر ۱۰۔ ۱۵ اسائل کا حکم و طلاق پر اعتراضات کا جواب

ہیثم قول صدیقہ نزل عامہ مفسرین میں نہ دی وغیرہ کے مخالف نہیں جو لوگ کہی
جو دون کو گھیر رکھتے وہ سبھی یہ کام کرتے اور بری لغو غرض میں نظر کرتے ہیں ان کے نزدیک
میں عدل نہ کرتے جیسے وہ قول خداوندی نازل ہوا ہے۔

اس آیت میں صرف ایک شرط عدل کا ذکر اس لیے ہوا ہے کہ اس آیت کے
موقع نزول پر اس عدل سے سوال اور اس کا خوف پیدا ہوا تھا۔ باقی دو
شرطوں اور ضرورتوں مذکورہ بالا سے اس لیے غرض نہیں ہو کہ ان کا ذکر
دوسری آیات و احادیث میں موجود ہے۔ اس آیت میں ان شرطوں کا
ضرورتوں کے ذکر نہ ہونے سے کوئی ان کا واجب الیٰہیٰ نہ ہونا استنباط کرے
تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور ان آیات و احادیث سے (جو مسئلہ دوم و سوم
کی ذیل میں بیان ہوئی ہیں) عقیدت و مخالفت۔

اس مقام میں اس امر کا بیان بھی ضروری ہے کہ عدل سے مراد اس حکم میں
نفسہ، لزوم، تقسیم اوقات، حسن معاشرت، ملاطفت، وغیرہ اختیاری
افعال میں ساوا ہے۔ دلی محبت اور اس کے نتیجہ کیفیت یا مقدار معاشرت
میں مساوات مراد نہیں ہے۔

اس پر دلیل خدا تعالیٰ کا بھی قول ہے کہ تم عورتوں میں برابری (یعنی

ہر امر معاشرت، محبت وغیرہ میں)
ہرگز نہ کر سکو گے اگرچہ اس کی حرص کرو
پہر آیا ہی نہ کرنا کہ بالکل ہی ایک عورت
کی طرف جھک پڑو اور دوسری کو
ایسی چھوڑ رکھو جیسے وہ تم سے بے پروا ہے
مہر گر (جیسا کہ تمہارا اختیار ہو)

وَلَن تَشْعَبُوا إِن تَعْدِلُوا بَيْنَ
النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا
كُلَّ الْمِيلِ فَيَهْكُلَ لَكُمْ
وَأَن تَضِلُّوا وَتَتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّهُ
كَانَ عَفُوًّا رَحِيمًا

(سورۃ نساء ع ۱۶)

نمبرہ مبدیہ ۱۰

۱۵۲

مسئلہ حکام و طلاق برائے مضافات کا جواب

اور خدا سے ڈرتے رہو تو خدا (تمہارے غیر امتیازی ہر برابری کو) معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل کہ آپ اپنے ازدواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ محبت رکھتے اور اپنی آخری بیوی کے ایام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں بسر کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حضرت عائشہ صدیقہ

کو حضرت حفصہ سے زیادہ تر محبوب

جناب مہوی کہا۔ جبکہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا اور اس پر

خوشی سے قسم فرمایا۔ اس حدیث کو امام

بخاری نے نقل کیا ہے اور اس کے لیے

مسند استنباط کہا ہے کہ ایک بیوی سے دوسری نسبت زیادہ محبت رکھنا جائز ہے

یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری بیوی

میں ازدواج مطہرات کو بچھنے کے کل کو

میں کہاں بونچا جس سے آپ کا مقصود

یہ تھا کہ عائشہ کا دن ہو۔ ازدواج نے

آپ کی مرضی باکر اجازت دی کہ جہاں

آپ چاہیں وہاں رہیں تب آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہنا پسند کیا

ثم قلت يا رسول الله لو رأيتني ودخلت علي

حفصة فقلت لها لا تغدرنيك

ان كنت جارتك اوصا منك

واحب الي النبي صلى الله تعالى

عليه وسلم يريد ان يشهد بسم النبي صلى الله

عليه وسلم (بخاری ص ۱۲۷)

عمر عائشہ ان رسول اللہ کان یسئل

فی مرضہ الذین مات فیہ ابن انا

نعم ابن انا عندا یرید یوم عائشہ

فاذن له ان یراجع یکن حلیف شاء

فکان فی بیت عائشہ حتی مات

(بخاری ص ۱۵۷)

اور وہاں انتقال فرمایا۔

یہی فصل بیان قلب و زیادہ حب (ہے) عبیر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 جناب باری مین عذر کیا تھا چنانچہ حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے
 کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم میں
 عدل کرتے اور یہ فرماتے کہ اے خدا
 یہ تقسیم میری ان امور میں ہے جو میرے
 اختیار میں ہیں (یعنی نوبت نفقہ وغیرہ) پر تو مجھے اس امر کی تقسیم میں جو میرے
 اختیار میں ہے نہ میرے برابر بن کر کے۔

عَنْكَ كُنْ سَوْدَا
 عَمِلَ بَعْدَ يَجْعَلُ نِيَقُولُ اللّٰهُ هَذَا
 تَمْنِي قِيَامَكَ فَلَا تَمْنِي نِيَامَكَ
 وَلَا أَمَّا كَ

(احباب السنن الاربعہ وغیرہ)

محدثین و ابن حبان و حاکم نے صحیح کہا ہے اور ترمذی وغیرہ کو گواہ اس کے موصول
 ہوتے ہیں کلام ہے مگر وہ کلام ہمارے مدعا کو ضرور سامان نہیں ہے۔ ہمارا
 اعتماد اس باب میں بخاری کی حدیث پر ہے جس میں حضرت عائشہ سے انحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ محبت کہنا ثابت ہو۔ یہ حدیث صرف اس حدیث کی
 تائید و شہادت میں پیش کی گئی ہے۔ لہذا اس حدیث میں قسم کہ
 امام اگر اپنی اعتماد ہو ہمارے مدعا کو توڑ نہیں سکتا ایسا ہی جو اس حدیث کے
 معنی میں سوقت کو بعض ریفا مردوں نے کلام کیا ہے کہ اس میں لفظ لائیک سے
 محبت و نہیں ہو سکتی وغیرہ وغیرہ وہ بھی ہمارے مدعا کا مضاد نہیں ہو سکتا
 کیونکہ بخاری کی حدیث میں محبت کی زیادتی پر تصریح ہے جس میں کسی تاویل
 تسلیل کی گنجائش نہیں ہے۔

یہی معنی عدل کے (جو قول خداوندی اور فعل و قول نبوی سے ثابت ہیں) حکم
 عقل و شہادت قانون قدرت اس حکم میں مراد ہو سکتے ہیں۔ اور دلی محبت
 اور اس نتیجہ میں مساوات کا مراد ہونا نہ حکم عقل جائز ہے نہ شہادت تاؤن قدرت

بہت اختلاف مشاہدہ میں آتا ہے اور کس و ناکس کا وجہ انی تجربہ رکھتا ہے کہ
 دیکھیں وہ میں سے رجو رتین ہوں خواہ اولاد۔ یا گھوڑے یا گدھے وغیرہ ایک کو
 کسی نعمت (صورت یا سیرت وغیرہ) میں دوسرے پر برتری یا فوقیت ہوتی ہے اس
 دوسرے کی نسبت بطبع زیادہ تر مرغوب اور بیشتر محبوب ہوتی ہے۔ اور عقل
 ہی ہی کو ترجیح دینا پسند کرتی ہے۔ اور ترجیح مرجح کو جائز نہیں رکھتی۔
 اور یہ امر بھی غور فرمائیے کہ متعدد دعوے کرتے ہیں کہ جو ان کے
 کج ح میں آتی ہیں سبھی جملہ صفات میں مساوی نہیں ہوتیں۔ صورت یا سیرت
 شباب یا اطلاق یا عقل وغیرہ صفات میں متفاوت ہوتی ہیں۔

اس اصول عقلی قدرتی اور اس امر پر مشتمل (دو ذریعہ) کی طرف نظر کرنے
 سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی بیوی کے خاوند کا خواہ وہ کیسا ہی بے لوث و
 فداکار ہو (اپنی اس بیوی کی جانب حسین اسکی مطلوبہ صفات انہی پر مبنی
 ہوتی ہوں نہ زیادہ میلان کرنا۔ اور اس کو کم صفات یا مفقود الاوصاف بیویوں
 کی نسبت بڑے دوست رکھنا۔ ایک لازمی امر ہے۔ اور اس کا خلاف میلان و
 محبت میں سادۂ اسکی طاقت انسانی سے خارج ہے ہر کیونکہ ممکن ہے کہ کچھ
 مساوات ہو سہر واجب ہو اور خداوند تقدس و تعالیٰ کے (جس نے اپنی کلام
 پاک میں صاف فرمایا ہے کہ وہ کسی جی
 کو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہیں
 دیتا جو اسکی دست کو خارج ہو) حکم مذکور میں عدل سے ایسے ناممکن مواقع
 مساوات مراد ہو۔

لَا يَكُفُّ لَكَ نَفْسًا إِلَّا وَدَعَهَا

(سورۃ بقرہ ص ۲۱)

یہی وجہ ہے کہ زمانہ نزول حکم مذکور سے اس وقت تک علماء اسلام حاکم کے
 یہی معنی سمجھتے رہے جو ہم نے بیان کیے ہیں اور دلی محبت اور اسکی نتیجہ میں سادۂ

نمبر ۱۰

۱۵۵ مسائل نگار حقائق پر اعتراضات کا جواب

کے سنی پھر اس وقت کہ بعض ریڈر مردان کیسے خیال میں نہیں آئے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں (جس پر اس وقت کے ریڈر مروت کا بڑا اعتماد ہو)

فرمایا ہے۔ کہ اس قول خداوندی کے

کہ تم عدل نہ کر سکو گے" معنی میں دو قول

ہیں۔ ایک یہ کہ میلان طبع میں برابری

کی تم قدرت نہیں رکھتے۔ لہذا اس

میلان میں مساوات کی تم تکلیف نہیں

دی گئی۔ دوسرا یہ کہ تم میں تمام

افعال و اقوال میں مساوات کی طاقت

نہیں۔ کیونکہ محبت میں تفاوت اس

کے نتائج (افعال و اقوال) میں تفاوت

کی موجب ہوتی ہے۔ اور وہ فعل جبکہ

سبب موجود نہ ہو یا مانع موجود ہو

وجود میں آتا محال ہے۔ پھر خداوند تعالیٰ

نے فرمایا کہ تم باطل ہیں جبکہ نہ پڑنا اس کے

معنی یہ ہیں کہ تم کو میلان طبع میں کسی

میشی سے منع نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس سے

بچنا تمہاری طاقت سے خارج ہے تم کو اس

امر کی ممانعت ہے کہ اس قنوت کا اپنے

قول یا فعل سے ظاہر کر دینے سے

بیٹھنے لیٹنے میں ایک ہی کے ہو رہو

فیہ قولان الاول ان تقدروا علی

التسویۃ بینہن فی میل الطباع

وانما لم تقدروا علیہ لہم تکیف

مک اغنی بہ۔ + الثاني لا

تستطیعون التسویۃ بین الاقوال

ولا فقال۔ لان التفاوت فی الحجۃ

یوجب التفاوت فی النتائج الحب

لان الفعل بدون الداعی او مع

تدیر۔ انصارف محال۔ ثم قال فلا

قیلوا کل المیل والمعنی انکم

لستم منہین عن حصول التفاوت

فی میل القلبی لان ذلک خارج عن

وعکم ولا کذکم منہین

عن اظہار ذلک التفاوت والقول

والفعل۔ روی الشافعی عن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقیم

وینقول ہذا فتھی فیما املک وابت

خلعہم بما لا املک

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۸۱)

امام شافعی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نوبت نفقہ میں) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے: اے خدا پر میری ان امور میں تقسیم ہے جہاں مجھے اختیار ہے اور تو جانتا جس کی تقسیم میں مسواۃ کا مجھے اختیار نہیں ہے۔
تقسیم بیضی وی میں ہے کہ اس قول خداوندی کی کہ تم پورا عدل ہرگز نہ کر سکو

لان العدل ان لا یقع میل البتۃ و
هو متعذر و لذا کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقیم بدین
نساۃ فیعدل ویقول ہذا قسمی
فیما املك فلا تاحذنی بما املك
ولا املك - فلا تسیلوا فی السیل
بذلک المستطاع واجور علی المرغوب
عنہا فان ما لا یدرک کلمہ
لا یدرک کلمہ -
(بیضی وی صفحہ ۱۷۲)

یہ وجہ ہے کہ پورا اور حقیقی عدل تو یہ ہے
کہ کسی قسم کا میلان کسی عورت کی طرف
نہ ہو۔ اور یہ امر محال ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج
میں (نوبت و نفقہ میں) تقسیم کرتے اور
یہ فرماتے اے خدا پر میری اس امر میں
تقسیم ہے جہاں میں مالک ہوں۔ پھر تو
مجھے اس امر کی تقسیم میں مراغذہ نہ کرے
جہاں مالک تو ہے میں نہیں ہوں۔ بالکل
جہاں پر نایہ ہے کہ حقد و تقسیم ہو سکے وہ

یہی ترک کر دین اور جس کی طرقت و غیبت نہ ہو اس پر ظلم کرین اس کے اسلئے منع کر دیا ہے
کہ جو چیز سب کی سب اتمہ نہ آئے وہ پہلی چوڑی نہیں جاتی۔
اسیابی معالمت التفریق غیر و تفا سیر میں ہے۔ اور اسکا خلاف سمجھنے پر انی تفسیر
میں کہیں نہیں دیکھا۔ سو قضا کے دو از ایل ریفاء مروی نے اس شرط
عدل کے بیان میں خامہ فرسائی کی ہے تو تحقیق و تدقیق کی راہ اختیار نہیں فرمائی
ایک صاحب نے تو تحقیق سے بالکل ہی گم نہیں لیا اور ایک طولانی (مگر لا طائل)
بحث سے بزم غم یہ ثابت کیا ہے کہ عدل سے مراد اس حکم میں کل الوجوہ لیس

نمبر ۵ جلد ۱

۱۵۷ سالک نظام بطاقات پر اعتراضات کا جواب

طبع و محبت وغیرہ میں) مساوات مراد ہے اور معہذ بھی یہی تسلیم کر لیا ہے کہ اس مسئلے کے
مساواة انسانی طاقت سے خارج ہے اس لیے شعور نہیں کیا اور نہ اس کے سوال کا
کچھ جواب دیا کہ اس صورت میں خدا تعالیٰ کا لائق و نواج کی اجازت و بنا راج
بعض تمدنی صورتوں اور خاص حالتوں میں آپ کے نزدیک ہی مسلم ہے) اور اس
اجازت کو ایک ایسی شرط سے جو محال اور انسانی طاقت سے خارج ہے مشروط و
مقید کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور ایسی اجازت سے اس کی شرط کا وجود محال ہو گا
کیا نکلتا ہے۔

خدا ہی حکیم کی شان کو یہ بیک مناسب کہ وہ ایک امر کی اجازت دے پہر اس کو ایک
ایسی شرط سے جو محال ہو مقید و مشروط کر دے۔ جیسے کوئی ناوان کسی کو
در یا میں کودنے کا حکم دے اور اس کو یہ شرط لگا دے کہ وہ دامن نہ نہ کرے
بجائے عدل کے خاتمہ پر آپ کا یہ کہنا کہ خود ازواج کی اجازت اہل وقت پر
حسب مقتضائے طبیعت مثلاً ان دوز و ریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اس
کی اجازت دے اور خوف عدل باقی رہے جس سے بچی مراد خالیک یہ ہے کہ محل
عدل باقی رہے۔ پہلی عورت مرتبہ یا بیگار ہو جائے جائے اس سے پیشتر اس پر
نصیر کر کے) اس سے وہ سوال اٹھ نہیں سکتا بلکہ اور کہتا ہوتا ہے کیونکہ سمین
صاف اعتراف پایا جاتا ہے کہ جب تک ہیں عورت وجود اور کار آمد ہو دو مہری
عورت کے ساتھ عدل ناممکن ہے۔ پر خود ازواج کی اجازت کیا معنی رکھتی ہے
دوسرے صاحب اپنی تجویزی معنی عدل پر اس سوال کا دار و دہنا
سمجھ گئے ہیں اور وہ اس سے بچنے کے لیے ہمساک اختیار کیے ہیں۔ کہ یہ آیت
جس میں عدل کی قید لگائی گئی ہے از قسم نہیں ہے نہ از قسم ادا مرینے اس سے
مقصود نقد و نکاح سے رہنا ہے نہ اس کی اجازت دینا۔

آپ فرماتے ہیں "آیت تحلیل تعدد ازواج (مثلاً یہ لفظ پہرے سے آپ کی قلم سے نکل گیا ہے آپ اپنے اصل مقصود کو پیش نظر رکھتے تو اس آیت کو آیت تحریم تعدد ازواج کہتے) کے پہلی جزو سے اذن مطلق مفہوم ہوتا ہے مگر دوسرا جزو پہلی جزو کی شرط دقت ہے اور ذرا لفظ ضروری کے قبیل سے ہے۔ پس جو شخص جزو ثانی اور سکر لازم کی تعمیل نہ کرے تو بفاد اذافات الشرط فالتی الشرط۔ اس نے یہ فعل یقیناً خلاف اسلام کیا۔ اور خدا تعالیٰ کا گناہ گار ہوا۔ پس بہر کیف تعدد ازواج کو از قبیل نو ابی سمجھا جائیے نہ از قبیل ادا و ادراس سے تہوڑا پہلوا چکا میں۔ جس آیت سے اذن مفہوم ہوتا ہے فی الواقع اس آیت سے انتفا۔ اور یہ لعدم ہونا ہی لازم تھا۔ اس تقدیر پر تقریر پر بے خاک وہ سوال تو وار و نہیں ہوتا اس سے بڑھ کر سخت ایک یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس صورت میں تعدد ازواج کو صاف اور صریح الفاظ۔ اور پہلے پیرایہ میں حرام و مندوع کہنا مناسب تھا جس کو قرآن کی مخاطبین سے کس و نا کس جو اس تعدد ازواج میں مبتلا نہیں (حضرت عائشہ کے اونٹ بکریان چلے گئے) بگولی سمجھ سکتے۔ نہ ایسے لفظ سے جس کے معنی مراد کو بجز آپ دو صاحبوں کے آجک کسی نے نہیں سمجھا۔ اور ایسے پیرایہ میں جبکہ آپ دو میں سے ہی صرف ایک صاحب سمجھا ہے۔

خدا تعالیٰ حکیم اور نادی ہے اور قرآن نصاحت و بلاغت میں معجز ہے پھر کیا خدا کی ہدایت و حکمت اور قرآن کی نصاحت و بلاغت کا یہی ہفتنا ہے کہ ان کا مطلب تو تحریم تعدد ازواج ہو مگر اس طلب کو وہ اس قسم کی سرتیج پیرایہ میں کہ تم پر ایک عورت سے زیادہ حرام میں یا تم کو ایک زنت میں دو عورتوں کا نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے ادا نہ کریں بلکہ یہ پیرایہ میں کس تحریم کی ضد تحلیل ازواج کو ایک ایسی شرط (عدل) سے مشروط و متقیہ دین جس کا محال ہونا

۱۵۹ مسائل کا مجموعہ برائے مسائل کا جواب

نمبر ۱۰

مخاطبین سے بجز دو شخصوں کے کسی کے خیال میں نہ کہے سہی
 دسکو جائز الوقوع اور ممکن سمجھیں۔ و بناؤ علیہ وہ اس بیان سے متعدد
 نکاح کا جواز استنباط کریں۔ (چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا ہے
 عام مسلمانوں نے اس آیت کو جواب کے نزدیک دلیل تحریم اور
 از قبیل نوہی ہے۔ دلیل تحلیل تعدد ازواج اور از قسم دوسر
 سمجھ لیا۔

اس پر یہ بیان ہے (اگر اس سے مقصود خداوندی تجربہ تعدد ازواج قرار دیا جائے)
 خدا کی ہدایت اور حکمت اور قرآن کی نصاحت و بلاغت کو تہ لگتا ہے جسے خدا
 مقدس اور اس کا کلام پاک و منزہ ہے
دوسرا اعتراض یہ کہ اس صورت میں جواز تعدد و نکاح ہر جگہ آپ لوگوں
 نے بعض خاص حالتوں میں مسلم رکھا ہے۔ آپ لوگوں کے ہاتھ میں کوئی شرعی دلیل
 نہیں رہی۔ قرآن میں صرف یہی ایک آیت ہی جس سے تعدد ازواج کا جواز ضرور
 ثابت ہو سکتا ہے اس کو اپنی دلیل حرامت ٹھہرایا ہے۔ اور احادیث نبویہ پر جواب
 میں میں آپ لوگوں کا اعتماد نہیں ہے۔ یہ تو ان میں آپ کے موقوفہ کی تفصیل
 نہیں ہے لہذا وہ آپ لوگوں کے مدعا کی دلیل نہیں ہو سکتیں۔ پھر آپ لوگوں
 کے ہاتھ میں نقلی دلیل جواز تعدد و نکاح کوئی نہیں ہے۔

۱۔ اصل عبارت جناب یہ ہے۔ ”یہ بات ناظرین کے ذہن نشین رہے کہ تعدد ازواج

مصلحت وقت پر وقت ہے بعض زمانوں میں اور بعض حالات مخصوصہ میں

برسے عورتوں کو لافہ کشی اور ملاکت سے بچانے کے لیے

ضروری و لا بدی ہو جاتا ہے یہ ایک امر دائمی ہے۔ لہذا اس سے

چشم پوشی نہیں ہو سکتی۔“

اس تحقیق و تدقیق سے ثابت ہوا کہ عدل سے مراد اس حکم میں ظاہری اور اختیاری امور (نوبت و نفقہ) میں مساوات ہے نہ باطنی بغیر اختیاری امور (محبت دلی و غفل خاص) میں مساوات۔ اور اس مراد سے ساتھ یہ حکم سوم عقل و قانون قدرت و انسانی طبیعت کے عین مطابق ہے۔ یہ جو ان ضرورتوں کی نظر سے جو تعدد و نکاح کے لیے بیان ہوئی ہیں یہ تعدد نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے۔

ان مسائل و احکام ثلثہ کو تیسرا قلم میں لانے کے بعد ہم نے ائمہ مجتہدین کے ایک روحانی حکیم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کی کتاب حجۃ العمریۃ الفائدۃ المواقعی اسم بائیس ہے) ملاحظہ کیا تو اس میں بھی اپنی تفصیل کا اجمال پایا اور اس توارد و توافق پر خدا کے تقاضے کا شکر ادا کیا۔ اس مقام میں اس کتاب کی عبارت کا نقل کر دینا ضروری کیونکہ ہم کو اپنی ہدف خصوصاً عیسائی بہائیوں و المحدثین سے جو ان بڑے مجتہد بائیم لاپس یا اندیشہ ہو کہ وہ ہم کو بیان شروط تعدد و نکاح میں متفرق و قرار دینگے اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیں گے کہ ہم نے تعدد نکاح کو شرط لگا کر نہاد یا یا بہت محدود کر دیا ہے۔

اب بھی وہ ہم پر یہ الزام لگانا چاہیں تو سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا کلام بلا غلط نظام کسی سے بڑھ کر سن لیں اس کے بعد جو کہنا ہو سو کہیں حضرت مدوح درجہ ہیں منجملہ ان امور کے جن سے ناجائز عورتوں کے نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے

۱۔ ایک وہ تعداد ہے جس میں معاشرت میں خرابی ناممکن ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ عورتوں کی خوبصورتی میں بہت مغرب ہو جاتے ہیں اور کسی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں پھر ان میں سے اس عورت کو جس سے انہیں

وَمِنْهَا الْعَدُّ الَّذِي لَا يُمْكِنُ

الاحسان اليه في العشرة الزوجية

فان الناس كثيرا ما يرغبون في

جمال النساء ويزوجون منهن ذوات

عدو وليست آثارون منها حظيرة

شعبہ جلد ۱

۱۱ مسائل بیہ و بلاق پر اعتراضات کا جواب

حفظ حاصل ہوتا ہے سبھال بیہوشی میں اور دوسرے دن کو اور میں جو پڑھتے ہیں بہتر تو وہ شوہر والی ہوتی ہیں جس سے اور انکی آنکھ کو ہندک پہنچے اور نہ رائڈ کہلاتی ہیں کہ وہ اپنا نکاح دوسرے سے کر لیں اسباب میں یہی ممکن نہیں ہے کہ ہر ایک کو ایک ہی جو رو رکھنے کے حکم دیں۔ اور اس امر کو ہر طرح سے تنگ کر دیں۔ کیونکہ بہت لوگ ایسے زخمی و توانا ہیں جنکی دہم ضرورت بشری کے لیے ایک عورت کافی نہیں ہوتی۔ اور نیز نکاح بڑے مفاد (اغراض) سے نسل بڑھانا ہی ہے۔ اور ایک مرد کی عورتوں سے نسل لینے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ عورتوں کی کثرت مردوں کی ایک طبعی صفت ہی ہے مگر اس میں کہیں انسان حد تقاضہ کو پہنچ جاتا ہے (جو بلحاظ اطلاق مذموم ہے) اسلئے بانی اسلام نے اس کثرت کی تباہ عورتوں سے مقرر کر دی ہے اوسکل وجہ (ایک یہ) ہے کہ کثرت ازواج	یترکون الاخذ کالمعلقۃ لالاہ مذریعۃ خطیۃ تقرعینہا ولاہ ایسر یکون امرہا یدھا ولا ینکن ان فیضیق فی ذلک کل تضییق فان من الناس لا یحصن فرجہ و احد اعظم المقاصد التماسی والرجل یکفی بتلخیص عدد کثیر من النساء وانما فالاکتت من النساء شیئ الرجال ورمایحصل بہ المباحاۃ فقد رالشاع باربع وذلک ان الامربع عدد ممکن لصاحبہ ان یرجع الی کل واحدہ بعد ثلث لیل و ما دون لیلۃ یفید فائدۃ القسم ولا یتال فذلک بات عندہا وثلث اول حد کثرت وما فوقہا زیادۃ الکثرة وکان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تینکے ماشاء وذلك لان ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة غالبية دائرة علی مظنة الدفع مفسدة عینية حقیقۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
--	---

مربعہ جلد ۱۰

مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

سم ۱۱

قد عرفت المذنبۃ فلا حاجة لہ فی المظنۃ

دھو مامون فی طاعتہ اللہ و امتثالہ

امروہ دون ساکنو الناس -

حجۃ اللہ الی اللہ ص ۳۲۰

مرد قسیری شب کے بعد تو ایک عورت کے

پس شب بائشی کرے۔ سالم رات سے

کم میت تقسیم کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا اس

عورت میں یہ نہیں کہہ جاتا کہ وہ کسی

عورت کے پاس رات نہ - تین کا عدد و کثرت کی پہلی حد ہے۔ اس سے اوپر چار

ایک ہو کثرت میں زیادتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار تھا کہ حسب قدر

چاہیں نکاح کریں اسکی وجہ یہ ہے کہ حد تک متزکر نامفاسد و احکم و مساوی یا در

مفاسد جو عورتوں جانب سے ہوں (کو روکنے کے لیے ہے جبکہ وقوع غالباً مظلون

و محتمل ہوتا ہے نہ ایسے مفاسد کو روکنے کے لیے جو ہر ایک محل میں دم نقد اور یقیناً

موجود ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ ظاہری اپنے حالات و علامات کا

علم تھا۔ اس لیے آپ کو اپنے معاملہ میں ضمن و احتمال پر غماہ کی ضرورت نہ تھی وہ

خدا کی اطاعت اور امتثال حکم میں باطن بخائے اور لوگ اس میں مامون نہ تھے

لہذا انکے لیے بنا بر ظن و احتمال مفاسد سے ایک روک ضروری تھی۔ نہ آپ کو یہ

اس کلام میں حضرت شاہ صاحب کے (بارے بیان کی پوری تائید ہے اور علما

ربین ان اعتراضات کے جواب ہی موجود ہیں جو مخالفین اسلام اس حکم سوم

پر وارد کرتے ہیں انرا انجملہ ایک یہ اعتراض کہ اگر تعد نکاح کی اجازت ایک

عورت سے اغراض نکاح پر سے نہ ہوتے تو جب سے ہے۔ تو پھر اس تعدد کا کچھ

جابر عورتوں میں کیوں ہوا۔ جس شخص کے اغراض جابر عورتوں سے

پر سے نہ ہوں اسکو بائع عورتوں سے نکاح کی اجازت کیوں نہیں

ہے۔

میر سسہ جلد ۱۰

نمبر ۶ جلد ۱۰

ہے۔ تو میر سسہ نے چار سے زیادہ عورتوں سے کیون نکاح کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے ان اعتراضات کے جو جواب دیے ہیں وہ کثرت تفصیل و زیادت طلب ہیں ہم اس تفصیل و زیادت کے ساتھ ان جوابات کی تفسیر کرتے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

مردوں میں بہت سارے لوگ ایسے صنفیہ الجسم والقوے ہیں کہ وہ ایک عورت کے لائق ہی نہیں ہوتے۔ ان لوگوں کے لیے امتدعاے نے ایک عورت کو بھی اجازت نہیں دی (چنانچہ مسئلہ اول میں بیان ہوا ہے) اور بہت ایسے ہیں جو صرف ایک عورت کو نہا سکتے ہیں ان کے لیے ایک ہی عورت نہیں ہے (جیسا کہ حکم سوم سے ثابت ہے) بعض کثر ایسے ہیں جو ایک عورت سے اپنی اغراض کو پورا نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے حصر کی وجہ یہ ہے کہ کھج کی خرمینین (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) دو ہیں۔ حفظ شخص حفظ نوع۔ دوسری غرض کا ایک عورت کسی شخص کو حاصل نہ ہونا (یعنی کسی مطلق اولاد یا اولاد زنیہ کا پیدا نہ ہونا) کس و ناکس کو معلوم ہو سکتا ہے۔ اور سب سے بڑا اسباب ان کی ذات میں موجود ہے۔ ناوشیک متعدد محلوں میں اس کا امتحان ہو سکتا ہے۔ لہذا ایک عورت کو اس کی اولاد نہ ہو تو دوسرے نکاح کی دوسری سے بھی نہ ہو تو تیسری کی تیسری سے ہی نہ ہو تو چوتھی کی چوتھی سے یہ صیرجہ انصاف ہے چار سے اوپر یا دوسرے نہ ہونے اس غرض کے لیے اجازت نہیں دی گئی۔ کہ اس عورت کے بعد یہ یقین غلبہ حسن پیدا ہوتا ہے کہ یہاں جو قصور ہے بیان ہی کی طرف سے ہے۔ یہ بیان بے قصور ہیں۔ میان کے نطفہ میں لڑنید کی قوت نہیں ہے۔ یہ تو ایسی مخلوق

منبر ۷ جلد ۱۰

۱۶۴

مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات جواب

ہے جب محل کی قوت غلبہ رکھتی ہو۔ اس کی اول نہین ہوتی تو منبر نہین ہوتی اس لفظ سے بیاختہ
یا جب محل میں ہی اسی نتیجہ کی امید ہو۔ اس میں دخل یا خارجی اسباب سے وہ قوت پیدا ہوگی۔ تو
موجودہ محلوں سے ہی وہ غرض پوری ہو جائیگی۔ سبب سے یا غلبہ ظن کے حصول کی وجہ سے
ہر کہ تین کثرت کی اول حد ہو اور چوتھی کی اجازت ہو اس کثرت پر بھی زیادتی ہوگی۔
چہاں محل میں ہی اس لفظ کی بیکاری ثابت ہوئی تو تاہم کسی اور محل میں اس کے ہتھانہ
کی ضرورت باقی نہ رہے ممتحن اور حاکم کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین کی امتحان میں فہل
جادی یا تین دفعہ کوئی خطا کرے وہ پہلے امتحان میں شامل نہ کیا جادی اور اس کی خطامعات
نہ ہو مگر شاہج اسلام حرم و کریم ممتحن حاکم ہے اس تین دفعہ کے فہل شدہ امیدوار کو اس
کے حق سے ٹیکہ کر ایک دفعہ اور بھی امتحان دینے کا اختیار دیا اس میں بھی وہ ذیل ہوا
تو اس کو کسی عذر و سوال کا موقع نہ رہا اور وہ بریں جاے سے زیادہ عورتوں کی اجازت
دیو میں عموماً عورتوں کی حق تلفی کا ہی خوف ہو۔ اور اس شخص کے محل تہمت ہو
کا اندیشہ ہو جبکہ بیان بحث متعلق غرض اول میں عنقریب آتا ہے۔
پہلی غرض کا اکیسویں سو پانچواں محل اشتباہ اور مظنہ کذب تہمت ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی
حاجت ایک ہی عورت سے پوری کر سکتا ہو۔ اور پرہیز صرف حسن چہتی اور نفس پوری کرنے کے لئے
نکاح کرنا چاہتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک حاجت اکیسویں سو پانچواں محل اشتباہ اور مظنہ کذب تہمت ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی
کے طالبوں کے لیے ایک ایسی ہمہ گیر نہایت ضروری فی جہ سے شہرت پرست بڑے بڑے سکھ اور
حاجت مند کو تنگی نہ پہنچے اس شخص کے لیے یہی چار کا عدد سبب سے اختیار کیا
گیا کہ تین کثرت کی اول حد ہے۔ اور چوتھی اور پھر زیادتی ہو جس کو بعد جوئے اور خیل ساز کو
سوال کیجیگا نہین ہوتی۔ اور پھر حاجت مند کی طبیعت بھی اس عدد سے کافی طور پر پوری ہو سکتی ہے۔
مگر اگر عموماً عورتوں سے قوی جسمانی و نہوانی میں بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اس سے پھر متعدد
نکاح کے جواز کی بنائے سے۔ مگر یہ زیادتی عموماً ہمارے گونہ سے زیادہ نہین ہوتی بلکہ

یہ بات بجز طبی
اور دلیل عقلی سے
ثابت ہو۔ کہ اولاً
کمزور نہ ہونا مرد کی
مندی کے غلبہ قوت
پر ہو تو نہ
رحم کی رطوبت
یا بیضون کو جو
نظر مرد کے تھ
مگر اس پر جو ضمیر
مندی ہے جو مختصر
زحمت کو کشا
مگر اجزا نہین
زحمت کو سکھ
ڈاکٹر منی بلکہ
غلبہ ہو گا تو
اولاً نہین ہوگا
ایسا ہی سادہ
پیغمبر صلی اللہ
وسلم نے فرمایا
ہے چنانچہ صحیح
مسلم میں ہے
ماذا جحدنا انفلانہ
الرجل منی المرأة
اذکر ابا ذن اللہ
راذاعلا منی المرأة
منی الرجل انفلانہ
اللہ -

نمبر ۶ جلد ۱

۱۶۵ مسئلہ نکاح و طلاق پر

ہم اکثری تجربہ و مشاہدہ کے پیر و سر پر کہہ سکتے ہیں کہ چار گزہ نسبت اور حد ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر ایک قوی مرد ہر ایک ضعیف نسبت رکھتا ہے جسکو مقابلہ میں یہ دعویٰ پیش کرے کہ بعض عورتوں حصہ زیادہ قوت رکھتی ہیں ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ دونوں جازن نما ظہور تو اس نسبت پر ثبوت زیادہ نہ نکلیں گے و بناؤ علیہ اس روئے جس کو قوت شہوانی صرف کرنے کے لیے ایک وقت میں کافی نہ ہو۔

قوی سے قوی مرد نکاح کرنا چاہے تو اس حکم شریعت کے مطابق جو عورت کو اچھی طرح دیکھ کر قوی و توانا اور اپنے جوڑے موافق اس عورت کو حمل و رضاعت و غیرہ خارجی و داخلی اسباب سے اس کی تحمل کے لائق نہ رہنے دین تو پھر پہلی سے بڑھ کر دوسرے سے نکاح کرے۔ وہ یہی اس کے تحمل نہ ہونے کے تو پھر اس سے بڑھ کر علی بن ابی القیاس چوتھی حبیب وہ اس کو شش و نگاروں کے ساتھ کثرت

بہتری سلاطین اسلام نے (جنگونگ اسلام کیا جائے تو نہایت جو مداح و شہین گیسر رکھیں نہیں اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ چار عورت لیے کافی نہ تھیں۔ بلکہ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اسلامی اصول کی پابندی سے ہی خارج ہو گئے تھے۔ اور حیوانات کی طرح جس کرنے اس کو عبت ہو جاتے پھر اسکو حرم سرا میں داخل کر کے دوسری کی طرف متوجہ ہوتی اس طرح گلہ جمع ہو جاتا جنہوں کے کام آئے سیرت انسان صورت افراد کا فعل اسلامی قواعد پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ نکاح و طلاق پر اعتراضات کا بیان ۱۶۶

شعبہ فقہ اسلامی

متجاہز ہو جائے گا۔ اور چار کا شوم کہلائے گا تو غالباً اس کا کام ہی تمام ہو جائے گا۔ اور اگر یہی ایسا ہی چہ پارا ستم نکل آئے جو چار قوی و توانا عورتوں کا کام تمام کر کے ہی خود نہ کام کرے تو اسکی حاجت رعایا کے لیے پانچویں یا چھٹی عورت کے اجازت دینے کی نسبت کو طہرت و سہل العمل یہ تدبیر ہے۔ کہ وہ پہلی چار اسامیوں کو پیش و دیگر کے بعد دیگرے یا یکبارگی جیسے ضرورت و موقع ہو یا ٹکڑے کر دے۔ اور پانچویں کی جگہ چار در (یا بعد دیگرے یا یکبارگی) بھرتی کر لے۔ انکو بھی وہ چہ پارا ستم برے قرن کو چہ پارا اور کر لے و علیٰ ہذا القیاس۔

ایسے شخص مفروض الوجود والصفات کو چار کی موجودگی میں پانچویں کی اجازت دینے کے تو اس میں کو اس خاص شخص کے لیے کوئی نقصان نہیں کہ فائدہ ہے مگر اس سے ضرر عام کا اندیشہ ہے اس سے وہ حصر (جو بنظر اکثر اشخاص کافی و مناسب) ٹوٹ جائے گا۔ اور دیندار بد معاشوں و عیاشیوں کو ایک حلیہ وہاں نہ آجائے گا۔ وہ ہر سے بہت سی عورتوں کو گھیر لینگے اور مخلوق خدا کی حق تلفی کریں گے۔

چار کی تحدید و حصر میں عورتوں کی محافظت حق کا بھی لحاظ اور یہ مقصود ہو کہ ایک عورت کو جو کثیر الازدواج کے نکاح میں ہوں۔ کم سے کم تین دن کے بعد تو پوری سال کی باری تقسیم میں آوے جس سے اسکو سیریشی و طمانیت دلی حاصل ہو اور بلوار انتظار سے نجات ہو ایک ہی شب میں کوئی سب عورتوں سے بہگت لے تو اس سے نمی طمانیت نہ ہوگی۔ اور یہ بات نہ کہی جاسکے گی کہ وہ شخص کسی عورت کے پس شب باش ہوا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

تقریر جواب اعتراض اول بنو ثابت ہو چکا ہے کہ تعدد نکاح سے روکنے اور اس لیے چار کی حد مقرر کرنے کی بنا صرف ظن پر ہے۔ پہلی غرض سے تعدد و نکاح کا کوئی طالب نہ بنے و نہ ایسا کوئی دعویٰ کہ ہو جب کہا گیا ہے اور حقیقت میں وہ بد معاش ہیں۔

تو چار عورتوں کے بعد اس شخص کی نسبت یتیم سیرا سرتا ہے کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اسی کی ذات میں موجود ہے۔ عورتوں کا اس میں قصور نہیں ہے۔ دوسری غرض کا لبتہ و کی نسبت یتیم سیرا سرتا ہے کہ وہ چار عورتوں سے غرض دوم حاصل نہ ہونے کے وجہ سے میں جو شامے اور انہر زیادتی صرف شہوت پرستی اور نفس پروری کے لیے جو بہت ہے اور ہر ایک پر ظلم تو عموماً ہو سکتا ہے کہ کثرت ازواج کی حالت میں وہ عورتوں کی حق تعالیٰ کو کفرے گا۔ اور ان میں عدل نہ کر سکے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان عورتوں اور بڑے گمانوں سے پاک و مبرا رہے اور اپنا حال دو یقیناً جانتے تھے اور بے اعتدالی کے خوف سے مطمئن تھے لہذا آپ کے لیے وہ سچا پر جو صرف منطہ پر مبنی تھی (ضروری دہتی

حضرت شاہ صاحب کی یہ رائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتوں کی تحدید نہ تھی بعض صحابہ و تابعین کی رائے ہے جس پر اور صحابہ و تابعین اس رائے کے مخالف ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان عورتوں کے بعد دوسری عورت کو جمع میں لانے یا ان میں سے کسی کو طلاق دیکر اس کے بدلے دوسری عورت کو نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی اور وہ اگر قبل عداوتی سے استبدال کرتے

ولا یحل لک النساء من بعد ولا ان یتبعن
ان ذواتہن لو اعجبتک حتی ین
ای بعد ہوا کا المسموع (ابو السعد)

میں جو سورۃ اترت میں ہے کہ اسے
نہی تجھے ان عورتوں کے سوا کرنا
عورت نکاح میں لانا یا ان عورتوں کے بدلے دوسری عورت کو نکاح کرنا
حلال نہیں ہے اگرچہ انکا حسن تجھے خیر ملے۔

اس رائے جمہور کی بنا پر اس تحدید کو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
کوئی بدظنی اور خوف حق تعالیٰ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحدید

یہ حضرت شاد صاحب کراچیا کی تقریر تفصیل ہے۔ مگر یہ جواب ان
ہو لوگوں کے لیے طمانیت بخش ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق مانگے
اور ان پلٹون سے بری جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور
دین اسلام سے منکر اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے ان کے لیے ہم آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے تاریخی حالات متعلقہ نکاح کی تفصیل کرتے ہیں۔ جبکہ نظر نہایت
پے پڑ کر مخالف و منکر کو بھی (اگر وہ عناد سے مبرا ہو) یقین ہو سکے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ان پلٹون سے مبرا تھے اور خوف و بدگمانی (شہوت
پرستی۔ نفس پروری۔ حق تلفی۔ زنا الصافی) کے محل تھے۔

یہ امر مخالفین و ستم خیزین کے نزدیک ہی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

میں آپ اپنی سمت کے لیے ایک عمدہ نمونہ بنیں اور آپ کے حکم و قول فعل پر پخت
نقل کا اعتراض نہ ہو۔ اس واسطے کہ مروجہ آپ کے لیے
اس تحدید میں وسیع ہی تشدید ہے حرامت کے لیے چار کی تحدید میں ہے
بلکہ آپ پر اس تحدید میں بڑھ کر تشدید بائی جاتی ہے۔ امت کو تو ہمیشہ کے
لیے اختیار ہے کہ چار کی حد تک جتنی عورتوں کو چاہیں نکاح میں لاویں۔
پہلی چار بیکر ہو جائیں۔ یہ موافق مقصد و زمین توان کی جگہ چار اور نکاح
میں کمین۔ سیم طرح اور چار و علیٰ ہذا القیاس بیسویں عورتوں سے نفع اٹھائیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ سخت تحدید ہوئی کہ بس ان ہی نو عورتوں
پر جنہیں اکثر بڑھیا تھیں۔ اور صاحب اولاد نہیں تھیں (صبر کریں ان میں سے
کوئی مر جائے خواہ کیسی ہی کمزور و کمزور حالت کو پہنچ جائے اسکی جگہ بھی دوسری کو
(خواہ وہ آگے بڑھتی ہو) نکاح میں نہ لائیں۔ اس تحدید کی وجہ یہ
تھیں کہ (تحدید) اور پہلی رجب عدم تحدید) میں منہ و پی کے نظر سے مخالفت نہیں ہوتی کہ صورت میں مخالفت

۱۶۵ سال نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

نمبر ۶ جلد ۱

خدیجہ بنت خویلد وہی اول سے
تزوجہ اصلی اللہ علیہ وسلم ولہا یومئذ
من العمر اربعون سنة وکان لہ صلی
اللہ علیہ وسلم خمس وعشرون ذلحجہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہا کسرة
حقی ماتت (ازاد شعاور جامع کھٹوا)
توفیت علی الصبح بعد النبوة
بشر سنین فاقمت معہ صلی اللہ
علیہ وسلم خمس وعشرون سنة
(فتاویٰ ۱ - جلد ۱)
وفی العاشرة من النبوة اوفیت
خدیجہ وفتی خمس وستین سنة
(مجمع البحار) ثم تزوج بعد وفاتها
بایام سودہ بنت زمعہ القرشیة
ثم تزوج بعدھا الصدیقة بنت
الصديق عائشة ولم يتزوج بکرا
غیرھا (سواء و مجمع)

سلم نے غفوان شباب سے بچا سال
تک صرف ایک بیوی حضرت خدیجہ پر
تک عمر بوقت نکاح اجا پس سال کی
تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلمہ کی عمر سوقت بچیس برس کی
اکتفا کیا اور اپنی جوانی کے پچیس سال
اسی (بزرگ اور صالحہ) بڑھیا کے
ساتھ بسر کیے۔ وہ پچیس سال
کی عمر کو پہنچ کر فوت ہوئی تب آپ نے
اور نکاح کیے جب آپ کی عمر پچاس سال
کی ہو گئی۔ اور یہ ہی ان کو تسلیم کرنا
پڑے گا کہ آپ کے ازواج مطہرات
سے کنواری صرف ایک بیوی (عائشہ
صدیقہ) تھی باقی سب رائد بیوہ تھیں۔
جنہیں بعض کی عمر بوقت نکاح تیس
سال سے اوپر اور بعض کی پچاس سے
اوپر تھی۔ اور ان میں بعض عاجز و

بیکس تھیں بعض واجب الرحم اور جانی دوستوں کی اولاد بعض آپ کے
دشمنوں اور مخالفین اسلام کی ذریات۔

اور اس امر کی تسلیم سے یہی اٹھو چارہ نہ ہوگا کہ اس زمانہ میں جبکہ آپ کے
نکاح میں نو غور تین موجود تھیں اور اس سے پیشتر آپ کی عیش (کہانے پینے)

نہ دیکھو کتاب جان برون پورٹ مرمم بعد از طرغ محمد و قرآن میں و عبارت جو صفحہ ۱۶۲ میں منقول ہے۔

حیدر ام حبیبہ و بیوہ۔

کا یہ حال تھا۔ کہ جو کسی روٹی سے آپہٹے دو روز اور گھیبوں کی روٹی سے
تین روز متواتر میٹ بہر کہا نا بنیں کسایا۔ اور ہمیں دن آپ کو دولت خا
مین جو ہا گرم خضین ہوا۔ صرف پانی پر گزارا رہا۔
کسی شب آپ کے حرم سرا میں چنانہ نہ جلتا ٹاٹ باد عطر کی جس میں پوست
عزیزہ عائشہ ماشعہ ال محمدیہ
الشعیرہ یومین (مشکوۃ ص ۳۳۴)
وَعَنْهَا مَا شَبِعَ مُحَمَّدٌ صَلَّيْهُ عَلَيْهِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَدِينَةِ مِنْ طَعَامِ بَيْتِ
ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعًا حَتَّى قُبِضَ بِجَدِّهِ
وَعَنْهَا كَيْفَ انْظُرَ إِلَى الْهَلَالِ وَالشَّهْرِ
وَمَا أَدَّتْ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارَ الْبَخَارِ ص ۶۵۶
وَعَنْهَا فِي حَدِيثِ صَلَوةِ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ
يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِحُ (بخاری ص ۶۵۶)
وَعَنْهَا كَانَتْ فَرَاشَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْرِ حَشْوِهَا لَيْفَ
بَخَارِي ص ۹۵۶ وَعَنْهَا كَانَتْ
حَفْصَةُ مَا كَانَ فَرَاشَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ قَالَ يَحْتَا
الْحَرَامُ تَمَامًا ص ۱۵۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
أَنْفُوحَةَ الْبَيْتِ عَائِشَةَ كَسَتْهُ مَلْبَدًا

خرا بہر ہوا تھا آپ کا بستر اہو نا جس
عباس میں آپ اس جہان سے حضرت
ہوئے بیت وہ پیروزوں سے نور ہو
تھا آپ فوت ہوئے میں تو آپ کی زرہ
و من غلہ جو کے بدلے ایک پٹومی کے
پس گرو تھی۔ فروتنی و نفس کشی کا یہ
عالم تھا کہ اپنے گھر کے کام آپ بذات
خود کرتے اپنے سیل کپڑے اپنے ہاتھ
سے دہوتے اپنا کپڑا جو تا آپ خود دیتو
اپنی بکری آپ دوتے و علی بذالقیار
اور بے نفی کے امور میں جنگ و خیر زب
کے مصنفوں نے ہی تسلیم کیا ہے اور
یہ سب کچھ اس وقت میں ہوا تھا جب کہ
عرب و یمن و شام کا ملک آپ کے زیر
سلطنت و حکومت ہو چکا تھا و یہی شرف
سب کچھ سپر آتا تھا۔ مگر جو آثار اہوئے
میں صرف کیا جاتا نفس کا حصہ اوسمین

وہی وہی سبیل کا دیباچہ عربیہ قرآن۔

نمبر: طبرہ

۱۷۱ مسائل نکاح و طلاق برائے امت کا جواب

کچھ نہ ہوتا یا بہت تھوڑا ہوتا آپ کر ان حالات اور آپ کے اکثر ازدواج کے صفات (بیوگی - پیرانہ سالی - درہندگی وغیرہ) اور آپ کے نکاح کے اوقات و سنوات کی طرف بے نقیبی و انصاف کے ساتھ نظر کرنے سے تم سے مخ لطف ہی تجربہ نہیں کر سکتا۔ کہ آپ کا کثرت و تعدد نکاح سنہرت سستی و نفس پروری کی غرض سے تھا۔ شہوانی و نفسانی غرض سے یہ کثرت ہوتا تو اس کا موقع حکم سے نشاط و عمر بابت نہ ہی سالی ہو چلا آمد و زور و زبرد پر وبال ہو جائیں سال عمر سے پہلے زندہ تھا اور اس غرض کا حصول ہی آپ کے لیے سہل و آسان تھا۔ کیونکہ آپ اپنی قوم میں صاحب حسب و نسب تھے اور مکارم اخلاق میں ایسے مشہور و ممتاز کہ اپنی قوم سے "عادل" - "امین" - "ثمال الیتماء" (یتیموں کی پناہ) - "مصلحہ الارامل" (رائدوں کے محافظ) وغیرہ القاب حاصل کر چکے تھے۔ آپ نفسانی اغراض کو بہتر	قالت في هذا تزوج ربه النبي صلى الله عليه وسلم بخاري ص ۳۳ توفى النبي صلى الله عليه وسلم ودرعہ مہوۃ عند یهودی ثلثین صاعاً (بخاری ص ۴۳) کان رسول الله صلى الله عليه وسلم في محبة اهله تعني خدمته اهله البخاري ص ۳۳ کان يظلم ثوبه وحبلى سائبة وخیل - نفسه (شمال ترمذی ص ۳۳) ودریغ خط ثوبه وخیل صفقه یزعم دلوہ (یعنی ثوبہ بخاری) وفتح علیہ فی حبایہ صلی اللہ علیہ سلمہ بلاد الحجاز و الیمین و جمیع خبریة العربیة ما دانی ذلک من الشام و العراق و جالب لیه من اخنا سها و جزیتها و صنفاتها ما لا یحیی للولک الا بعضه و هادئ جماعته من ملوک الا ان الیمین ما استاثر لیمین منه ولا امسک منه و در صما بل صرفه و صدار و اخترب و غیرہ و قوی بہ المسلمین و قال ما لیرنی ان احدا اذ صیابیت عندک منه دینار لا دینار ارضده
--	---

یہ نبوت کو بہت تر آپ اپنی قوم میں عادل کہلاتے۔ اور انکی خصرت کو فیصلہ دینے والا

لذی بنی دانتہ دنانیر مومہ فقہمھا و
بقیت منہا بقیتہ فذلک فنعجا لبعض
نکاحہ فلم یأخذہ نوم حتی قام
وتصمھا و مال الان استرح و مات
و در عمرہ ہونتر فی نفقہ عیالہ

(شفا ص ۷۷)

اور ان اغراض سے عیش چاہئے تو عالم
شباب میں رسم و رواج قوم کے مطابق
بہت سی عورتیں نکاح میں لا سکتے ہیں
سو ہی جو ان اور بکرہ جو نفسانی اغراض
کا اصل عمل ہیں۔

اس پر اگر مخالفین یہ اعتراض کریں کہ

جوانی کے وقت آپ تنگ دست تھے۔ اس پر اس وقت اور نکاح نہیں کر سکے تو شہر کا
جواب یہ ہے ایک دو جوان عورتوں کے نکاح پر کوئی مال کثیر صرف ہوتا تھا
جس کے آپ متحمل نہ تھے اور اگر آپ ایسے ہی ہوتے تو تیس ورنہ عورتوں کی پرورش کرنا
سے انکو مربی و کفیل کیونکر کہلاتے۔

اس بات کو بھی کوئی نہ مانے تو تھوڑی سی دیر کے یہ نصرت اختیار فرما کر
بھی خیال کر لے کہ اس تکثر و تعدد ازواج پر باعث آپ و نفسانی اغراض ہوتے
تو حکومت آپ صاحب سلطنت اور ملک عرب زمین و شام کے مانت متصرف ہو
گئے اور اس تعدد و نکاح کے (جو مخالفین کا اصل اعتراض ہے) ترک ہو گئے تھے
اس وقت آپ جوان اور بکرہ عورتوں سے (جو عیش و نفقہ ان اغراض کا

فرماتے اہل مکہ نے کہہ کر اپنے وقت میں نہ سہ سہایا تو پہلے بہر آپ کے سب کو
ماہرین سے رکھوایا اور یہ کہا کہ ”امین“ ہے ہم اس ماہرہ سے بہر رکھوئے میں خوشتر
ہیں۔ اب طالب نے آپ کی تعریف میں کسی اشعار کہے جن میں یہ گویا ”مصدق“
وغیرہ وغیرہ خطابوں سے یاد کیا ہے اور انجیل ایک یہ شعر ہے

و ابیض لیستقی الغمام بوجھہ
یقال الیتامی عصمہ فلا راعی

غیر متعبد

۱۷۳

سائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

اصلی محل میں) نکاح کرتے منع مذاکھانے پینے پہننے کے وہ سامان عیش مہیا کرتے جن میں آپ کے معصراطلین عیاش منہک تھے۔ اس کے کیا معنی ہیں کہ طالب ترغیبانی اغراض کے ہون اور نکاح تیس چابیس اور پچاس برس کی عورتوں کے رہیں۔ اور پیٹ بہر کر کہا نا نہ کہا میں رات کو گھر میں چراغ نہ جلا میں لچس سے بی بیوں کی صورت دکھلائی دے) اور اسی قسم کے اور سامان رکھیں جن سے عیش کی روح قبض ہو شاید بیان کوئی یہ سوال پیش کرے کہ اگر ان متعدد نکاحوں سے غسانی اغراض پیش نظر نہ تھے تو اور کیا اغراض تھے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اور آپ کے انواع مطہرات کے ظاہر حالات و اوصاف کی طرف نظر کرنے سے صحت معلوم ہوتا ہے کہ ان نکاحوں پر آپ کو باعث آپ کی وہی۔ عالی صفات تھے جن کے سبب آپ "ثمال الیتامی" و "عصمہ الارامل" وغیرہ خطاب پا چکے تھے۔ یعنی رائدوں اور ان کے یتیم بچوں کی پرورش اور بیکس اور عاجزون کی تربیت اور یہ بھی اس میں مقصود تھا کہ اپنے جان نثار دوستوں سے احسان و مواساتہ جو اردو شمنوں سے قطف و مدارات جس سے ان کے دل میں آپ کی اور آپ کے دین اسلام کی محبت پیدا ہو۔ اور ان کا بنف و عناد جو مخالفت مذہب کو سبب سے تھا کہ بادر جو چاہا یہی وقوع میں آیا اور ان نکاحوں سے ان فوائد کا بخوبی ظہور ہوا اور اسی قسم کے اور بہت سے فوائد ان سے ظاہر ہوئے ہیں جن میں غسانیت کا شبہ نہ تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رگرا
 و تزوج بعد وفات خدیجہ سودة ثم عائشہ
 حشم ام سلمہ جو بیعتہ زینب بنت جحش
 زینب بنت جحش ام حبیبہ ثم صفیہ ثم ہمتی
 مرے تو آپ کے یہ نور ازواج تھے
 سودة - عائشہ - حفصہ
 ام سلمہ - زینب بنت جحش

۱۔ کذا فی اصل و لعلہ یہی من الکاتب و یصحی ان تزوج جو لایہ تم بعد تزوج زینب۔ لیلہ

شہر ۱۰

سائل کلمہ و طلاق پر اعتراضات کا جواب ۱۷۴

فما تبت ذنبت خرمية فوف عن التسع الوا بالادخل
 وفي العائنه من النبوة تزوج عائشة
 وسودة (مجمع البحار ص ۵۳)

جوزیہ۔ ام حبیبہ۔ صفیہ۔ مہمونہ
 حضرت سودہ سے آپ کا نکاح نبوت کے
 دسویں سال ہوا۔ حسین حضرت ندیمہ کا

انتقال ہوا تھا۔ اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح ہوا۔

حضرت سودہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تھا کہ نبی عبد شمس سے خلی اولاد

عند بن معتز بن قیس بن عبد الشمس
 القرشي العامري اسلم يوم الفتح و
 هو اخو سودة امر المؤمنين
 (تسطلا ص ۱۱۱)

سے حضرت سودہ تبیین من اور تھو
 پیدا ہو اور وہ ان کے اسلام کا باعث
 ہو جو اخیر فتح مکہ کے دن طوعا یا کر لائے۔
 میں ایک ہو اور عبد بن معہ حضرت سودہ رضی اللہ

قال عنها كاهن من مشرف باسلام هو حضرت سودة كاهن من مشرف باسلام هو
 حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تھا کہ حضرت صدیق اکبر کے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان
 الله بعثني اليكم فقلتم كذبت وقال
 ابو بکر صدقت ودا سان بنفسه ماله
 (بخاری ص ۱۵۷)

جانی و مالی خدمات کے سیدھے رکھنا
 ہو اور انکی سخت جگر کو پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کی اہمیت ہونے کا شرف
 حاصل ہو جو انکی عزت و مکرت کا بھی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 امن الناس علي في محبته وماله ابو بکر
 (بخاری ص ۱۵۷)

باعت ہو صدیق اکبر نے حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے سابقہ جان و مال سے اس
 مواسلہ کی جو خلی نظیر اور کسی نے نہیں کہا تھا

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت میری رسالت
 کی تصدیق کی تھی جب تم نے تکذیب کی ہے ابو بکر نے جان و مال سے میری مواسلہ

بنی مروج النبوة میں کہ حضرت سودة شرف زمانہ نبوة میں مشرف باسلام ہوا انہیں ان کا خندہ کہان نامی ہیں ان کا ساتھ
 سلن ہو گیا پھر انہوں نے ہجرت کی اور مکہ ان کے حبشہ مکہ میں رحلت فرمائی اور حضرت اکبر کا نکاح کر لیا۔

نمبر ۱۰ علیہ

۷۵ مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ما لاحد عندنا يد الا كافيها
ما خلا ابابكر فان له عندنا يد
يكا فنه الله يوم القيمة وما تقضى
مال احد قط ما نفق مال ابى بكر
(ترمذی ص ۲۲)

کی ہے۔ اور فرمایا تمام لوگوں سے بزرگ
میرا احسن میرے ساتھ رہو اور مال خرچ
کرنے میں ابی بکر ہے۔ اور فرمایا جو
احسان مجھ پر لوگوں کے ہوئے میں میں
انکی مکافات کر چکا ہوں بجز احسان ابوبکر
رضی اللہ عنہ کے جسکی مکافات خدا تعالیٰ

قیرت کے دن کرے گا۔ ہجرت ابوبکر کا مال میرے کام آیا ہے کیسا نہیں آیا۔
حضرت حفصہ کے نکاح سے جو ہجرت کے تیسرے سال اور نبوت کے سولہویں

اور عمر شریف نبوی چہن سال

میں ہوا تھا) یہی ان کو اب حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعزاز

و اکرام منظور تھا۔ جس کے وہ اپنی

ذاتی و مستندی صفات کے سبب مستحق

تھے۔ اور انجملہ اسلام کی نصرت و اہل

اسلام کی عزت جو آپ کے مشرف

ب اسلام ہونے سے ہوئی تھی اور کسید

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں

کو علانیہ سجدہ میں نماز پڑھنے کی حرات

ہوئی۔ و انجملہ دین میں استقامت

اور راسخ کی اصابت وغیرہ وغیرہ جنکا

احادیث منقولہ حاشیہ میں ذکر ہے

وفي الثالثه من الهجرة تزوج النبي
صلى الله عليه وسلم حفصة بنت عمر
في شعبان وكانت تحت حبيل بن
حذافة شهيداً لما ارتوى بالمدينة
(مجمع ص ۵۳) قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم اللهم اعز الاسلام و
الرجلين اليك يا رسول الله وبعمر بن
الخطاب (ترمذی ص ۱۹) فاصبح
عمر فقال اعل النبي صلى الله عليه وسلم
وسلم فاسلم ثم صلى فليست بغير
قال ابن مسعود ما زلنا اعزاه منذ
اسلم عمر مسكوة ص ۲۵ قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم عرض علي

مسائل الحاکم وطلاق پر اعتراضات کا جواب ۱۷۶

منبر: جلد ۱۰

عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَّا
 أَوَّلُ ذَلِكَ بِأَرْسُولِ اللَّهِ قَالَ الدِّينُ
 (بخاری ص ۵۷) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 مَا مِنْ بَنِي الْأَدْلَةِ وَزِيَارٍ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ
 وَزِيَارٍ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَا وَزِيرَايَ مِنْ
 أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِئِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَدَاوُدُ
 مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَايُوبُكَ وَعِيسَى
 عَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللَّهِ

ان دونو حضرت کے استحقاقِ اکرام کی
 مثبت ایک حدیث ترمذی میں یہ ہے
 کہ آپؐ فرمایا کہ ہر ایک نبی کے لیے
 دو وزیر آسمان سے اور دو وزیر
 زمین والوں سے ہوتے ہیں۔ میرے
 آسمان کے وزیر میکائیل و جبرئیل ہیں
 اور زمین والوں سے ابوبکر و عمر
 رضی اللہ عنہما۔۔۔

ایسے ہی فضائل و فوائد حضرت عثمان و حضرت علی کے تھے جن کے سبب
 بھی اسی اعزاز و اکرام مصاہرہ کے مستحق تھے۔ مگر اسکا پھور دوسرے نوع میں ہوا
 ہے وہ دونو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ وحی کے شرف سے مشرف ہوئے
 اس شرف مصاہرہ کا (نوع اول سے ہے خواہ دوم سے) کوئی اندازہ قدر و
 منزلت کرنا چاہے تو اپنے وقت کے سلاطین کے حشر باداماد و دن کی قدر و منزلت
 کو دیکھ لے اور خیال کرے کہ جسکو بادشاہ وقت، بیٹی بیٹی دے یا اسکی بیٹی قبول
 کرے وہ کس درجہ کا مغز اور گون کی نظر میں غریب ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثار خفا کو کس شرف سے مشرف کرنا
 چاہا تب ہی ان سے رشتہ مصاہرہ قائم کیا۔ اس میں غائبیت کا کچھ دخل نہ تھا۔

شعبہ و خواجہ بر سحنت انیس بعد ان کے خیم و عقل پر بنابت تعجب سے
 کہ ان میں سے ایک فریق شیخین کی قدر نہیں بجاتا۔ دوسرا ختمین کی باوجودیکہ
 وہ اپنے وقت کے سلاطین کے حشر و باداماد و دن کو ان بادشاہوں
 کے نزدیک بہت مغز و جلیل التہذیب سمجھتے ہیں۔

نمبر ۱۰

۷۷ | مسائل حکام و طلاق پر اعتراضات کا جواب

حضرت ام سلمہ کے پنج سے (جو ہجرت کی چوتھی اور نبوت کی سترہویں اور عمر زینت

کی ستون سال

میں ہو رہا تھا) شہداء مقصود

نہ تھے۔ کہ اس عاجز بوہ کی

دستگیری اور اس کے

بچوں کی پرورش ہو۔

جب اسکا پیدا خاوند ابوسلمہ

رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو

ان کو سخت صدمہ پہنچا۔

اور انہوں نے بہت جزع

و فریاد کیا کہ ادہ کیا جس کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے روکا دیکھ یہ خیال پیدا

ہوا کہ اب مجھے ایسا خاوند

کہاں ملے گا جو میرے پہلے

خاوند سے بہتر ہوگا۔ شاید

اسی خیال سے انہوں نے

حضرت ابوبکر کے پیام تک

کو قبول نہ کیا۔ آخر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام

بھیجا تو وہ نہ ہون یہ عذر کیا

ثم تزوج امرأته هند بنت ابی أمية القرشية المخزومية

رذاد) وفي السنة الرابعة من الهجرة تزوج امرأته

في شوال وفيها توفي زوجها ابوسلمة (مجموع ۵۳)

عن الامام ابوسلمة في غريب في ارض غريبة لا يكتفي به بكاء

يقول عنه: وقال تميم بن مرثد بن النضر بن النضر بن النضر

الله منه مرتين فكففت عن البكاء فلم اكن ارجو مني

وعنها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

يقول ما من مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما امره الله

بالله وانا اليه راجع اللهم اجزني في مصيبي

واخلف خيرا منها الا اخلف الله له خيرا منها

قالت فلما مات ابوسلمة قلت اي المسلمين خير

من ابی سلمة اول بيت هاجر الى رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ثم اتي قلتي فانا خلف الله

رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت ارسل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم

بن ابی بلتعہ عيطني لفقلت ان ابنتا وانا غيور

فقال اما ابنتها فتدعوا الله ان يغنيها عنها ادعوا

ان يذهب بالغيره (صحیحہ ۳)

وعنها قالت لما انقضت عدتي بعثت الى ابوبكر

عيطني فلم اتر وجهه فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم

عبيد بن الحارث عيطها عليه فقالت اخبر

کیا کہ میں ٹبرمی صاحب غیرت ہوں (غیرت
آپ کے دوسری ازواج پر بھی غیرت
آئے گی) اور میں صاحب اولاد ہوں
اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تیری غیرت
کے لیے میں دعا کروں گا کہ وہ دور ہو۔
اور تیرے بچوں کی پرورش ہوگی بچہ
ان نے نکاح کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی
امراۃ غیراء وانی مصیبة نذک
ذلک لہ فقال ارجع الیہا نقل لکھا
اما عنک فنادعوا اللہ ان ینزل
واما صبیبتک فستکفین رجلاً
النساء فی غیرہ کثیرۃ الغیرۃ والمصیبة
ذات صلبیان واولاد صغار
رتبہ الی الوصو ص ۲۶۹

اس خیال اور اس غیرت کی اور ایسے بال بچوں والی عورت کا آنحضرتؐ شامل
الیتامی ویتیمۃ الارامل کے سوا اور کون کفیل ہو سکتا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش کے نکاح (جو ہجرت کی پانچویں اور نبوت کی اٹھارہویں

اور سن شریف آنحضرتؐ کی اٹھادھائی
سال میں ہوا تھا) مقصود انص قرآن
میں بیان ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا
ہے کہ ہم نے اس کا نکاح تیرے ساتھ ہر
لیے کر دیا ہے کہ مومنوں پر اپنے
پاکوں کی بیویوں کے نکاح میں تنگی
نہے۔ حضرت زینب بنت جحش کی شریف
تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی بیوی ام سلمہ کی بیٹی اور ان کو
خاوند زید آنحضرتؐ کا آزاد کیا ہوا

ثم تزوج زینب بنت جحش من بنی اسد
ابن خزیمۃ وہی ابنت عمۃ امیمہ
(زاد المعاد ص ۲۷)

فی الخامسة من الحجۃ تزوج زینب
وامہا امیمہ بنت عبد المطلب
(مجمع ص ۵۳) وما کان لہ من ولاۃ منۃ
اذا اتقی اللہ ورسولہ امر ان یکون
لہم الخیرہ من امرہم الا یتزلزلت
فوزینب بنت جحش الا سلبہا راخیا
عبد اللہ بن جحش وامہا امیمہ بنت

میز و طبلہ

۱۷۹ مسائل نکاح و طلاق برائے عوام کا جواب

شام تھا۔ حضرت زینب کو زید کو نکاح کرنا دل سے پسند نہ تھا۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے منظور کیا تھا۔	عبدالمطلب علیہ السلام صلی اللہ علیہ وآلہ خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب لمولاه زید بن حارثہ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاہلیۃ یحکمنا غنم
پھر نکاح ہو جانے کے بعد وہ زید کی قدر (حب کا خاوند مستحق ہوتا ہے) زکرتین بلکہ انبی شرافت کا زعم سے وہ ان کے ساتھ بدگویی سے	فلما خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت وظننت انہ یخطب لنفسہ فلما علمت انہ یخطب ابی قال انا احببتک یا رسول اللہ نذر
پیش آستین زدہ نے تنگ اگر حضرت کے پاس اُن کی فحش کثرت کی۔ اور ان کو طلاق دینی چاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت	حدہ وکذلک کہ اخبرھا ذلک فانزل اللہ عزوجل یاکا کابر یومن یعنی عبد اللہ حججہ ولا مؤمنۃ یعنی اختہ زینب ادا قضی اللہ
کی اور یہ بات فرمائی کہ تو طلاق دی اور خدا سے ڈر (یعنی جو طلاق کو پسند نہیں کرتا) اس وقت خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	ورسولہ امرا ای اذا اراد اللہ درسوخا دھونکم زید لوزید ان یکون لکم الخیر من امرھم (معالم حیات) عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی
بسم کو بذریعہ الہام یہ بات بنا دی تھی۔ کہ یہ طلاق ضرور واقع ہوگی و زینب تیرے ہی نکاح میں آئے گی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کو جتنی بھی محققانے بشریت	اللہ علیہ وسلم انطلق لیخطب علی زینب بن حارثہ فدخل علی زینب بلبث جھش فخطبھا قالت بناکحتہ قال بل فانا نکحہ قالت یا رسول اللہ او امر نفسی نبیتھا یجدا نازل اللہ ہذا الایۃ علی رسولہ قالت قد رضیتہ یا رسول اللہ منکھا

سائل پنج و طلاق پر اعتراضات کا جواب ۱۸۰

مغربی جلد ۱۰

قال فقہائے اذن لا اعصى رسول الله صلى الله عليه وسلم	لوگوں کے لئے
نکلتے نفی اخراجہ ابر خدیروا بر مرد ویتہ وعنه قال قال	اور یہ امر یہ
رسول الله صلى الله عليه وسلم لزید بن اریدان ازواج	کر رہے تھے کہ
زید بن حارثہ فانی قد رضیتہ لک قالت یا رسول الله لکنی	لوگ طعن کر رہے تھے کہ
لا ارضاء لنفسی وانا ایجر قومی بذت عمیرک فلم اکن لافعل	اور یہ کہیں گے
فدرت هذه الکلیة وما کان لمومن یغنی زید المؤمن منته	کامیاب ہوئے ہوئے ہیں
یعنی زید اذ اخصی الله ورسوله امرایعنی الزکح فی	کامیابی یعنی بہو کر
هذا الموضع ان یتکون لخصم الخیرہ من امرهم یقول لیس	نکاح کر لیا ہے
لخصم الخیرة من امرهم خلاف ما امر الله به قالت قد طغفک خدا تعالیٰ	
فاصنع ما شئت فرجھا زید اودخل علیھا اخرجہ	نے یہ فرمایا کہ
ابن سدریہ + + وکان تزوج زید بزید	تیرے دل
قتل المحرم بخونمان سنین فتح البیان ص ۲۳۱	یعنی غم و
یقول للذی اخص الله علیه والتمت علیہ امسک علیک خیال امین تو	
زوجک واثق الله وتخفی فی نفسک ما الله سدید وختیبت الناس	بت ہے جبکہ
ان حرات تختبیر فلما قضی زید منها وطرا زوجنا بها لکی	ہم ظاہر کرنے
یکون علی المؤمنین لخرج فی الزواج ادعیاء یضمر اذا انضوا منہن	والے میں
وصرا وکان امر الله مفعولا (احزاب ع ۵) عن النزال	یعنی زید کا
جائزید یتکون خجل النبی صلی الله علیہ وسلم یقول اتق	مطلقہ ہونا اور
الله وامسک علیک زوجک (بخاری ص ۱۳۱) لیشکو	بڑے نکاح میں
لہ من اخلاق زید بن (مطالانی ص ۲۲۲) حلیا	آجنا ہے تو
قال زید رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انی ارید ان افارق	لوگوں سے

سیرہ طیبہ

۱۸۱ مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کے جواب

صاحبی قال ما لك ريك منها شيء قالوا الله بارسل الله
 ما رايت منها الا خيرا وكنيت متعظم على شرفها وتوذيها لبسا
 فقال له انبي صلى الله عليه وسلم امسك عليك زوجك
 اتق الله في امرها ثم خطبوا زيد فذ لك قوله عز وجل واذ تقول
 للذي انعم الله عليه لا سلام وانتم عليه بالتربيه هو اذ عتقا
 وهو زيد بن حارثة امسك عليك زوجك يعني زيدا بن عبد المطلب
 واتق الله فيها ولا تغار قريشا معا لم حاشم والله احق ان تغشوا وزو
 سفيا بن عبد المطلب عن علي بن زيد بن جدعان قال سالتني علي
 بن الحسين بن زين العابدين ما تقول في قوله وتغشى في نفسك
 ما الله عبدي وتغشى مناس والله احق ان تغشاه قلت يغشوا
 ان جاء زيد الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا نبي الله اني
 اريد ان اطلق زيدا فاجابه ذلك فقال امسك عليك زوجك
 الله تعالى اهل البيت ليس لك بل كان الله تعالى قد علمه
 انها ستكون من اوزوجك وان زيد سيطلقها كما اجاز زيد و
 قال اني اريد ان اطلقه قال له امسك عليك زوجك فعاتبه
 الله وقال لم قلت امسك عليك زوجك وقد علمت انك
 ستكون من اوزوجك وهذا هو الاولى والا ليقبح الالابيا
 وهو مطابق للتراوة بان الله علمه ان يسيك ويظهر ما اخفاء
 ولم يظهر غير تزويجها منه فقال زوجها كما لو كان الذي
 احضره رسول الله صلى الله عليه وسلم محبتها او ارادة طلاقها
 لا طهر ذلك لان لا يجوز ان يخبر الله ويظهره ثم يكتمه فلا يخفى

بھی ڈرتا ہے
 اور حق یہ ہے
 کہ تو خدا ہی سے
 ڈرے۔ لوگوں
 کی کچھ پرچہ افکری
 آخر زید نے اس
 کو طلاق دیدی
 جس پر یہ قول خداوند
 نازل ہوا کہ زید
 نے اس کو طلاق
 دیدی ہے۔
 تو سمجھے اس کا
 نکاح تیرے
 ساتھ سلیقہ کر دیا
 تاکہ اور اہل ایمان
 کو اپنے مومن بننے
 بیٹوں کی بیویوں
 کے نکاح میں تنگی
 نہ رہے حضرت
 زید کے نکاح
 کی یہی وجہ ہے

مسائل نکاح و طلاق برائے امت احسان کا جواب ۱۸۲

نمبر ۱۰ جلد ۱۰

فذل عل انہ انما کون علی اخفاء ما علمہ اللہ انہا ستکون زوجتہ	جواب یہ ہوتی
وانما اخفاء استخفاء ان تقول لزید ان یتیتک فی نکاحک ستکون	ہے۔ اس معاملہ
زوجتی رھذا قول حسن فرختی (معالمہ ۱۱۶-۱۱۷) واللہ اعلم	کے متعلق جو
ان تخفواہ فی کل حال وتخادمنہ وتختدینہ ولا تامر زید ابامسا	بات آنحضرت
زوجتہ بعد ان اعلمک انہا نکرت زوجتک بغائبہ اللہ علی	صلی اللہ علیہ و
ھذا قال بعضہم ما ذکرہ فی تفسیر ھذا الایۃ من	سلم کے دل میں
وقوع محبتہا فی قلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم و ارادۃ	تھی وہ یہی تھی
طلاق یدلھا فیہ اعظم الحدیث وما لا یلیق بمنصبہ صلی	کہ طلاق ضرور
اللہ علیہ وسلم و قد اعظم من قائلہ و قلہ معرفۃ بحق	ضرور ہو جائیگی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بغضہ و کیف یقال رھما	اور زینب آنحضرت
فامحبتہ و ہم بذت عمتہ ولم یزل یراھا منذ ولادتہ ولا کانت	کے نکاح میں
النساء یحجب من منہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو زوجھا لزید	آئیگی کہ بزرگ اس
فلایشک فی تنزیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ان یامس	بات کی نسبت
زید ابامسا کھا وھو یحب تطلیقہ ایاھا قال و اھم مانے	خدا تعالیٰ نے
ھذا الباب ما قال علی بن الحسین ان اللہ قد اعلم انہا ستکون	قرآن میں من
من ازواجہ وان زید سیطلقھا فلما اجاز زید و قال ان ارید	فرمادیا ہے کہ
ان اطلقھا قال لہ امسک علیک زوجک وقد اعلمتک انہا	سم اس بات کو
ستکون زوجتک قال الخطیب و ھذا ھو الاولی و الا لیق	ظاہر کرنے کے
بحال الدنیاء وھو مطابق للتلاو لان اللہ تعالیٰ علم انہ پیدی	میں۔ اور ظاہر
ریظہ ما اخفاء ولم یظہر غیر تزویجھا منہ فقال تعالیٰ زوجنا	جو ہوا ہے وہ
فلو کان الذی اخرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبتھا او	یہی ہوا کہ زینب

۱۸۸ اس میں نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

منزلہ طلاق

ارادة طلاقا لکاز يشهد ذلك كانه
لايجوز ان يخبر الله انه يظفره ثم
يكتمه فلا يظفره فدل على انه اما
عوبه على اخفاسا اعلمه الله من انها
ستكون زوجته واما اخفى ذلك بخفاء
ان يخبر زيدا ان التي تحتك في نكاحك
ستكون زوجته قال انكره وصالا
القول هو المنصور المعول عليه عند
الجمهور (فتح البیان ص ۶۲)

کو طلاق ہوئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے نکاح میں تھیں اس بیان کے مخالف
جو جامعہ تفسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت
کی ایک دن اتفاقیہ زینب پر نگاہ پڑی
تو آپ کو اسکی عقل پسند آگئی اور آپ کے
موندہ سے اسکی تعریف نکل گئی زید کو خبر
ہوئی تو اس نے باپس خاطر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اسکو طلاق دینی چاہی
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو
زبان سے تو طلاق دینے سے روکا۔ مگر دل میں آپ کے خیال تھا کہ یہ طلاق دے تو
آپ اسکو نکاح میں لا دیں یہ محض اسی قصہ سے اور عقل و نقل دونوں سے مخالف ہے
عقل سے پہلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب کو ناگہان دیکھنا کچھ معنی نہیں
کہتا وہ آپ کی بہو بھی کی بیٹی تھی۔ اور چھپن سے آپ کے دیکھنے میں آتی تھیں آپ
ایسے عاشق مزاج حسن پرست ہوتے اور اسکو دیکھ کر جمال پر مفتون ہو جاتے
تو پہلے ہی سے اپنی نکاح میں لاتے۔ اپنی غلام کے ساتھ نکاح کرنے پر فہمائش دکرار
کے ساتھ اس کو راضی نہ کرتے۔ سو وقت جبکہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ نے
زید سے کرا دیا تھا آپ کی عمر بھی پینتالیس سال کی تھی۔ کیونکہ زینب کا نکاح ہجرت
سے آٹھ سال پہلے ہوا تھا۔ پھر کہ یہ امر بعید از نیاس و مخالف شان نبوت نہیں ہے
کہ ابتداً شباب میں پینتالیس سال کی عمر تک رات دن کے دیکھنے سے آپ زینب
کے حسن پر مفتون نہ ہوں۔ اور آٹھ دن سال کی عمر کو پہنچ کر ایک دن اتفاقیہ
دیکھ کر اس پر مفتون ہو جائیں۔

نقل سے اس میں قصہ کے مخالف ہونے کی وجہ بیان ہو چکی ہے۔ اور نفس قرآن سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں چھپی بات سے مراد طلاق و نکاح نہیں ہے۔ نہ ان کی محبت علما و مہرین اس قصہ کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔ لہذا حکم قواعد نقل پر ہرگز لائق قبول و اعتماد نہیں کیا گیا۔ اشاعتہ السنۃ میں یہ تفصیل ثابت ہو چکا ہے۔ کہ قول بلا سند لائق قبول نہیں۔ افسوس ان مفسرین نے ان باتوں کو نہ سوجھا۔ اور اس قصہ کو تفاسیر میں نقل کر کے مخالفین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حسن پرستی و عشق کا الزام و اتہام قائم کرنے کا موقع دیدیا۔ جس کے جواب میں ہم اور ہم سے پہلے خیر خواہان اسلام کو خاصہ فرسائی کرنی پڑی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ان ہی غیر میں بہت الیہ لوگ بھی ہیں۔ جو اس قصہ کے مخالف ہیں اور اس آیت کی تفسیر میں وہی بات کہہ چکے ہیں جو ہم نے کہی ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں وہ بات حضرت امام زین سے نقل کی ہے۔ اور تفسیر فتح البیان میں اس کی نقل کے علاوہ اس قصہ پر بعض عقلی اعتراضات بھی کیے ہیں۔ جو ہم نے وار دیے ہیں ان کتابوں کی عبارتیں ہم نے حاشیہ میں نقل کر دی ہیں۔

ہمارے اسلامی حضرات عینی بہائی (جو بے علمی یا کم عقل کے ساتھ ہمارے دشمنین بڑکتے چینی کی ہوسکتے ہیں) اس قصہ سے انکار کے سبب ہم پر کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیں۔ پہلے ان کتب کو دیکھ لیں۔ یا کسی اہل علم سے پوچھا کر سن لیں۔ پھر جواب دینا ہو سکتا ہے۔

حضرت جویریہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے چھٹے اور نبوت کے انیسویں اور

دفی السنة السادسة من الهجرة

اصحاب جویریہ بنت الحارث ثابت بن
قیس فتح رجباً انبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثمر اسلوا ابوہا و اخوہا۔

(مجمع البحار ص ۳۲۷)

عن عائشة ان جویریہ بنت الحارث

جاءت نقالت یا رسول اللہ انجویریہ

بنت الحارث و انما کلن فی مری ما

لا یخیر علیک وافی وقعت فی سحر

ثابت بن قیس وافی کانت علی نفسہ

رجلتک اسلک فکتہ فی نقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تھلک الیہا ہو خدی منہ قالت وما

ہو یا رسول اللہ۔ قال اودی عنک

کتابک و تزجک قالت قد فعلت

نسمع تعنی ناس ان رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم قد تزج جویریہ

نارسلوا ما فی یدہ من السبی

فاعتقوہ قالوا اصحاب رسول صلی

اللہ علیہ وسلم فما رأینا اھوا بکات اعظم

برکۃ علی قومیا کمنا اعتق فی سبیہا

ما نۃ اھل بیت من بنی المصطلق (ابوداؤد)

تھا، یہی مقصود عاجزون کی دشگیری اور قیدیوں
کی غلصہ تھی۔ حضرت جویریہ بنتی مصطخر
کے قیدیوں میں سے ثابت بن قیس
(صحابی) کے حصہ میں آئیں۔ تو انہوں
نے کچھ مال لیکر آزادی کی دست آویز
انکو لکھ دی وہ اس میں مدد لینے کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کے بدلہ مال دیدیا۔ اور ان کو آزاد
فرما کر ان سے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح نہ صرف
انکی آزادی کا بلکہ ان کے سوا سو گھر
کے ننان ہزار قیدیوں کی آزادی کا سبب
ہوا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ ازواج
مسطرات میں داخل ہو گئی ہیں تو آپ
کی قوم کے سبھی قیدیوں کو جو ان
کے پاس تھے آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال
کے رفیعہ دار ہو گئے ہیں لیکن اب
میں ان کو اپنی قید و غلامی میں کیوں کر
رکھ سکتے ہیں اس نکاح اور سبب
آزادی کا ایک یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کے

مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب ۱۶۶

مذہب حنبلیہ

کے والد اور دو بہنوں کو شرف اسلام نصیب ہوا۔

یہی مقصود حضرت صفیہ کے نکاح سے تھا جو ہجرت کی ساتویں اور نہرت کی بیسویں

اور عمر نبوی کے ساٹھویں سال نزاتھا اور

ایک سبب اس نکاح کا یہ بھی ہوا کہ حضرت

صفیہ بنی نضیر کے ایک سردار کی بیٹی اور

حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام

و اسلام کے بہائی کی اولاد سے

تھی۔ اور صورت و جمال میں بھی اپنی

وقت میں بے مثل ایران و عربوں و کفار

کے ساتھ وہ قیدیوں میں سے ایک

شکریہ روحیہ قلبی صحابی کے

قبضہ میں نہ تھیں تو بغض لوگوں کو رشک

و حسد پیدا ہوا۔ وہ لوگ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے

اور معترض ہوئے کہ یا رسول اللہ یہ

نبی بنی نضیر کی سردار ہے۔ اور

یہ کچھ بچہ کے کسی شخص کے لیے مناسب نہیں ہے۔ آپ نے جب اس کو دیکھا

اور یہ یقین ہوا کہ یہ شکریہ میں ہے

کسی شخص کے پاس نہ رہنے بہت بے

کے سوا کسی اور کے پاس نہیں رہے

کے حسد و عناد کی موجب ہو گئی۔ تو آپ

و تزوج النبی صلیہ صلیہ بذہ جیبی بن

انخطیب بن النضر بن النضر بن النضر بن

عمران بن موسیٰ بن فحی ابنة بنی و زوجة

نبی کو نہ من اجل النساء العالمین

زاد صلت فی سنة سبع اصاب من

سباہ صفیہ و کاندہ عرسا بکثافتہ۔

عجمہ صلیہ (جادوحیہ فقال یا بنی اللہ

عطیہ من سببی فقال اذہی فخذ سببی

خذ صفیہ بذہ جیبی بن النضر بن النضر بن

نقال یا بنی اللہ اعطیت دحیہ صفیہ

جیبی سیدہ قرظیہ و النضر بن النضر بن النضر بن

قال اذہو بن النضر بن النضر بن النضر بن

جاریہ بن النضر بن النضر بن النضر بن

و تزوجھا صحیح بخاری ص ۵۵ و غیرھا

و ما جری مع دحیہ فلہ و جھان اما

نزد النضر بن النضر بن النضر بن النضر بن

جاریہ بن جوری السبی لا افضل من

نما را ای نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لحد

مہر ۱۰

۱۸۷ سال کا حکم و طلاق پر اعتراضات کا جواب

الفسھن واجودھن شباب و شرفنا
فے قومہا اوجمال ہا اسلرجعنا
لانہلہ یانہ نہا۔ وری فی ابقا لہا عفر
لقد یزہ مثلاً علی الجین ونا فیہ لہا کما
معمو تہا اور لہا یترتب علی الذشقان
نکان اخذہ صلی اللہ علیہ وسلم ابیہا النفس
ناطعاً لہذا سندہ کرمانی

نے ان کے بدلے سات لوٹریاں
قیدیوں میں سے اس شکری کو
دین۔ اور حضرت صفیہ کو اپنے قبضہ لاکر
آزاد کیا۔ اور انکی درخواست کے ان کو سناہند
نکاح کیا اس نکاح میں ان کا جمال ان
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سطح خیال
نہ تھا۔ یہ ہوتا تو ان نے ہوتے استی

سال بڑا عورتوں (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) سے آپ کا نکاح (جسکا ذکر ذیل میں
آتا ہے) ہرگز نہ ہوتا کیونکہ یہ عقلی اور طبعی قاعدہ ہے کہ جس عورت کا جمال و شباب
کسی مرد کا مرغوب و معشوق ہوتا ہے۔ وہ اس کے ہوتے دوسری عورت کا جو جمال
اور شباب میں اس سے کمتر ہو پھر طالب و رغب نہیں ہوتا۔ پلاؤ کا طالب
پلاؤ کے ہوتے جو کی سوکھی رہی وہی کبھی نہیں کہاتا اور جو پلاؤ کے ہوتے جو کی
سوکھی رہی وہی کھائے اسکو پلاؤ کا طالب کوئی نہیں سکتا۔

حضرت ام حبیبہ اور حضرت یمنونہ کے نکاحوں سے (جو اسی نکاح صفیہ کے سال

فی السنة المسبقة من الهجرة تزوجا
حبیبہ كانت من زوجہ عبد اللہ بن
مہاجرہ فی الحبشة فتتزوجا فیک
تزوجا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ السلام ولما یدر منہن بضع وثلثون سنتہ
وفیہا تزوج مسجونہ بنت الحارث وبنی
بسوف وکانت اخرا من انہ (عجم صفہ)

ہوئے تھے) ابھی غابر اندون کی پرورش
اور ان کے آثار کی تالیف قلوب
ملاحظہ رہی **حضرت ام حبیبہ** نے طبری
مردانہ بہت کی تھی کہ ابوسفیان کی بیٹی
ہو کر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ کی
طرف ہجرت کی وہ دامن اسلام چھوڑ کر
عیسیٰ ہو گیا۔ تب ہی حضرت ام حبیبہ

مروج بہت پر
بصرہ واقعہ مرقوم
نہ کچھ معلوم
اسے صبیحہ کہتے
حضرت صفیہ کا
اور بہت کچھ وہ جابین
فرار ہو کر اپنے
میں وہ عیسائی اور
فرار ہو کر اپنے
میں عیسائی نہیں
سے فوج میں
آتا ہے اور عیسائی
سیاہی میں ایک پر
یہ عورت مسیحی
ایمان لائے ہیں
اب میں تم میں
سہرہ ہستہ تھیں
کرتی رہیں تھیں
میں صاف دلالت
تھے یہ حضرت صفیہ
حضرت صفیہ کے جمال
مکان کے تھے
نکاح میں نہ ہو
اسی وجہ سے

میز ۱۰

۱۸۸

سوال نکاح و طلاق پر فقہاء ائمہ کا جواب

آن ام حبیبہ کانت تحت عبد اللہ بن ابی طالب
 ولدت به - وہ اجدید ہوا و ہما مسمی
 الارض الحبشة شجرة تنصر و ثبتت
 ام حبیبہ علی اسلام و نبعت رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النجاشی
 یخطبہا علیہ فی رجبہ ابا ہار و صد
 صد انا ذلک سنة سبع من الهجرة
 و جاء ابو سفیان فی زمن البصرة فدخل
 علیہا - ثننت علیہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم حو لا یجلس علیہ
 (زاد المحدث)

مذہب اسلام پر قائم رہیں - اس کو
 دنیا چارگی کی حالت میں دمان النجاشی
 کون تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے یہ حال سنکر شاہ حبشہ (نجاشی)
 کی طرف اس کے نکاح کا پیغام بھیجا -
 نجاشی نے یہی ان کے حال پر ترس کر
 اور اپنی پاس سے چار ہزار درم بھرنے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا
 نکاح کر دیا - اور ایک صحابی شہر حبیل
 بن حسہ نامی کے ساتھ ان کو روانہ مدینہ
 کیا - یہ نکاح ام حبیبہ کے باپ

ابوسفیان کے (جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا) اس اور
 میل جول کا موجب ہوا چنانچہ ایک دفعہ وہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مدینہ میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے دو گناہ پر بھی پہنچا - اور اس کو ام حبیبہ کے دل میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت و تعظیم کا پورا اثر دیکھا کہ کہ اوہوں نے آنحضرت صلی
 علیہ وسلم کے بابرکت فرشتہ پر اس کو بیٹھنے نہ دیا - اس نکاح اور اس کی تاثیرات
 کا اثر تو یہ تھا کہ ابوسفیان اسیدم مسلمان ہو جانا مگر بعض موانع و حجب کے سبب
 فتح مکہ کے پہلے وہ اثر ظاہر ہوا -

حضرت یمونہ کے نکاح سے بیوہ پروری کے علاوہ ایک عجیب و لطیف رحمانہ

قال موسی بن عقیبہ شخرج رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فی العام المقبل من عام
 یولیک بالیسی مد نظر تھی - حضرت
 یمونہ مکہ والی الخافون ابی آنحضرت صلی اللہ

منبر و طلبہ

۱۸۹

مسائل علماء و طالبان برائے امت اسلامیہ کا جواب

الحمد لله عليه معتدرا في ذمة القعدة سنة	عليه وسلم کے جانی و دشمنوں کی انجمن تہیں
سبع + + + + و بعث رسول الله	انکی ہمیشہ ام الفضل حضرت عباس
الله عليه وسلم جعفر بن ابی طالب بن	اسد غنہ کی بیوی تھی آنحضرت صلی اسد
بديہ الامير من مدينت الحارث بن	عليه وسلم ہجرت کے ساتویں سال عمرہ
العامرية فخطبها اليه فجلت امرها	القضاء کے لیے مکہ مکرمہ میں پہنچ کر آپ
العباس بن عبد المطلب كانت	نے حضرت جعفر کی وساطت سے میمونہ کو نکاح
اختها ام الفضل تحت نزع وجهها العيا	کا پیام بھیجا۔ انہوں نے اپنا اختیار
رسول الله صلى الله عليه وسلم + x	حضرت عباس کو دیدیا۔ حضرت عباس رضی
x x فاقام رسول الله صلى الله عليه	اسہ غنہ نے آنحضرت صلی اسد علیہ
وسلم بمكة ثلثا ثلثا اصبر يوم الراج	وسلم سے انکا نکاح کر دیا۔ جب آنحضرت
اتاه سهيل بن عمرو وحوطيب بن	عمرہ کے فروع ہوئے اور تین روز مدت
عبد العزى ورسول الله صلى الله	قیام مکہ کے (جنکری بعد مکہ سے نکل جانے کا
عليه وسلم في مجلس الانصار يتحدث	کفار مکہ نے آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم
مع سعد بن عبادة فضاخ حويطيب	سے مدینہ کی صلح منین و عہدہ لے لیا تھا
ثم اشدك الله والعقد لما خرجت	گزر گئے تو کفار مکہ اخراج کے حوالان ہو گئے
من ارضنا فقد مضت التامنه فقل	اور حویطیب اور سہیل حضرت میمونہ کے
سعد بن عبادة كذبت لا امر لك	رشتہ دار آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم
لنيسب بارضك ولا ارض ابائك و	کے پاس آکر بولے ہم آپ کو عہدہ یاد دلا کر
الله لا يخرج شمر نادی رسول الله	کہتے ہیں کہ آپ مکہ سے نکل جائیں۔ اب
صلى الله عليه وسلم حويطبا او سهيلا	تین دن عہدہ کے گزر گئے ہیں۔ حضرت
فقال اني قد نكحت منكم امراة	سعد بن عبادہ نے حمیت حق کے جوش

فما یضربکم ان امکت حتی یخل
 فیها ونضع الطعام فئا کل وتاکلون
 معنا فقالوا اننا نشک ان الله والعقد
 الاخر حجت عننا فامر رسول الله صلی
 الله علیه وسلم ابارا فتم فاذن یاریلی
 وركب رسول الله صلی الله علیه وسلم
 حتی نزل بطن سرف تا قام بجوار
 خلف ابارا فتم لیحمل میمونة الیه
 حین فیسی تا قام حتی قد مدت میمونة
 ومن معجاً وقد لقوا اذی وعناء
 من سفهاء للشرکین وصبیائهم
 فبني بها بسرف فشهد اهلج وسار حتی
 حتی قد ام المدینة وقد دنا الله ان
 لیکن فیہ میمونة بسرف حیث
 بجاء (من زاد المعاد ص ۴۲)
 وفي السنة الثامنة من الهجرة اسلم
 عمرو بن العاص وخالده بن الوليد
 عثمان بن طلحة قد مو المدینة فی
 صفر - بحجم الجمل ص ۳۷

مین اگر سخت الفاظ سے جواب دیا مگر
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفق و
 حکمت اور پوچھنیکل مصلحت کا بہرا ہوا
 یکلمہ فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم میں
 ایک عورت سے یہاں نکاح کیا ہے۔ میرا
 اس سے زنا ف چاہتا ہوں اور اس کے
 بعد کہا نا پکڑاؤں گا جس کو ہم ہی کہائیں گے
 اور آپ لوگ ہی کہائیں را آپ کے اس
 کا طیبہ حکم پر رفقہ پر ہماری ہزار جان نذر
 ہو (ہر حشد اس کلام سے حجاز نام اس ہر
 پالیسی پوچھنیکل مصلحت کی بہری ہوئی نے
 اسوقت ان لوگوں پر انکی ناقابلیت عمل
 کے سبب اثر نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اسوقت کہ مکہ سے کوچ
 کیا۔ اور مقام سرف (جو کہ کے قریب ہے)
 میں جا کر اس رسم کو پورا کیا۔ مگر دو ہی
 پہننے کے بعد اس پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا
 کہ حضرت خالد بن ولید و عمرو بن عاص و
 عثمان بن طلحہ جیسے اعیان اہل مکہ نے
 بخوشی حاضر مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول فرمایا آن حالات اور اوقات کی طرف نظر
 کرنے سے ہر ایک نصف مزاج کو یقین ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بنی خالد بن الولید حضرت میمونہ کے یہاں گئے تھے انکی والدہ میمونہ کے ہمسر ہر لہار بنت الحارث صلی اللہ علیہ وسلم ۶۱

۱۹۱ مسائل نکاح و طلاق بر اعتراضات کا جواب

شعبہ اول

صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نکاح بیوہ عورتوں کی پرورش اور یتیموں کی تربیت اور جان نثار
دوستوں سے مواساة اور مخالفوں کی تالیف اور مذاہرات کی نظر سے ہوئے تھے۔
و مع هذا ان اغراض و شروط کے لحاظ سے (جو نکاح سے خصوصیت کا ساتھ
مقصود اور اس میں ملحوظ ہوتے ہیں) یہی آپ کا صریح رہے یا اولاد و خصوصاً زینہ
جو پہلے انبیائے ہی چاہے۔ اور ہر ایک انسان باطنی اسکی خود ہر نفس کہتا ہی ان
نکاحوں سے آپ کو مطلوب تھی اور نکاح کی شرط استطاعت و ندل ہی آپ میں بوجہ
اتم باہی جاتی تھی۔

حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد چار رکبان - زینب - رقیہ - ام کلثوم اور سیدہ
ولدت ای (حلیجہ) لہ زینب
و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ و
القاسم و الطاهر و الطیب و عبد اللہ
المنان طمہ الزہراء و یمن - اور چار بیوہ
فاسم - حبیب - و طاهر و عبد اللہ رضی
اللہ عنہم (جمعین) - بعض علماء کہتے ہیں

اس بیان سے اس اعتراض مخالفین کا جواب مد نظر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مستند نکاحوں کی جو غرضیں بیان ہوئی ہیں (بیوہ یتیم پروری یا مواساة امداد
و مذاہرات اعداء) نکاح سے ہی غرضیں مقصود نہیں ہوتیں۔ اغراض نکاح
تو اور ہی ہیں جبکہ بیان تہدیی کلام میں ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ان نکاحوں سے صرف یتیم یا بیوہ پروری اور دوست یا دشمن نوازی مقصود تھی تو یہ
یون ہی ہو سکتی تھی کہ ان رکبان کی تنخواہ مقرر کر دیتے یا اور سبیل سے جان کرے ان
عورتوں کو نکاح میں لیں یہاں اگر اتنا ہی مقصود نہ تھا۔

حضرت زکریا نے اپنے لیے خدیجہ کی فرزند زینہ کی دعا کی تھی (دیکھو نوفا کی تخیل) آیت ۱۱۰
جان دین پورٹ (جو عیسائی زینب کا ایک مشہور مصنف ہے) آنحضرت کے مستند نکاحوں کی ہی
غرض (طلبِ اولاد) نوازی ہی چاہتا ہے کتاب "عند انظر محمد" قرآن میں کہتے ہیں۔ (بالی صفحہ ۱۰)

نمبر ۷ جلد ۱

سائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب ۱۹۲

ہے کہ طیب و طاہر عبد اللہ ہی کے عقب
تھے۔ اور لڑکے صرف دو تھے۔

مگر ان میں زینہ اولیٰ (و تھے خواجہ پر حضرت
حدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات میں
فوت ہو گئے صرف لڑکیاں رہیں سو
بھی بچہ ایک سیدۃ النساء کے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت

وہاں ہو لاء فی الحجۃ علیہ وادری
الاناث الاسلام ناسلین و حاجرن و
قیل الطیب الطاہر نقبان لعبد اللہ
وولد فی الاسلام واول من مات القام
بن سنتین ارسنة ثم مات عبد اللہ
مبکۃ بعد النبیۃ بسنة
(مجمع البحار ص ۵۲۶)

ہو گئیں۔

اس اولاد کے پیدا ہونے اور پہر فوت ہو جانے سے آنحضرت کو اپنا امتیاز
بھی ہو گیا کہ آپ کے وجود و باوجود سے اولاد کی امید ہے۔ اور متعدد نکاحین کی
ضرورت کا جب تک کہ اولاد زینہ نہ ہو ثبوت بھی نکل آیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے
حقد ر نکاح ہوئے وہ ہجرت کے ساتویں سال تک ہوئے۔ ہجرت کے آٹھویں سال

یہ بات ہی یاد رکھنی چاہیے کہ آپ پچیس برس کی عمر میں پچاس برس تک ایک ہی لڑکی
پر قائل رہے۔ اور جب انہوں نے تیسرے سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اس وقت تک
ان کے ہاں کوئی بیٹا نہ پیدا ہوا تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے کہ
ایک شہوت پرست جو دیر تک کا باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے
جائز ہیں۔ اور وہ شخص پچیس برس تک صرف ایک بی بی پر قانع رہے غالب
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آخر عمر کے تیرہ سال کے عرصہ میں اپنے
نکاح کیے وہ صرف فرزند کی امید میں کیے ہو گئے۔ ”جان دو پونہرٹ ٹاکس کتا
کے دو ترجمہ اردو زبان میں شائع ہو کر میں ایک مؤید الاسلام۔ دوسرا مظاہرین
یہ عبارت سید الاسلام سے نقل کی گئی ہے مگر دوسرے ترجمہ کی عبارت عمدہ اور سلیس ہے

فیہا منہ صلی اللہ علیہ وسلم

منبر جلد ۱

۱۵ مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

کے اخیر مہینے ذی الحجہ میں آپ کے ایک حرم محترم سے فرزند زید ابراہیم نامی پیدا ہوا تو ہر آپ نے کوئی نکاح نہیں کیا۔ سیرت کے دسویں سال صاحبزادہ ابراہیمؑ بھی انتقال ہوا۔ اس وقت اگرچہ در نکاح کرنے کا سبب پھر پیدا ہو گیا تھا۔ مگر اس سال آپ کو خدا کی طرف سے یہ علم ہی ہو گیا تھا کہ سال آئندہ کو آپ کا اپنے آپ کی طرف کرج ہے جب تک سبب معاذ فی الثانیۃ فذی الحجۃ ولد ابراہیم رضی اللہ عنہ لہذا واعطى مشہرہ عبدالرحمن بن الجراح (۵۳) ماہ ابراہیم ولدت سنة ثمان من الهجرة ومات وله سنة وعشرة اشهر ومجمع مات ابراہیم بالمدينة في السنة العاشرة من الهجرة كما عليه جمہور اہل السیر وزیع الاول او في رمضان (تتعلقاً ۱۹۷۶) قلت موتہ في رمضان هو الصحيح يدل عليه ما مر عن المجمع مات وله سنة وعشرة اشهر (ابن اثیر) في العاشرة من الهجرة ثبت معاذ الی یمن وحضر موت وخرج عیسیٰ محدور اکبر فقال یا معاذ انک عسی ان لا تلحقانی بعد عامی فیک معاذ (مجمع الجراح ۵۳۲)

اس سبب سے غالباً آپ نے در نکاح نہیں کیا یا اس کا سبب کوئی اور ہوگا۔ آپ کے عدل کا یہ حال تھا کہ سبھی ازواج کے باران نفقہ میں مساوات دینی رکھتے تھے وہ ماریہ قطیبہ سے جو سکندریہ کے بادشاہ جریجر بن مینا آپ کے لیے بطور تحفہ بھیجتے تھے انکو

اپنے حرموں میں داخل کیا اور ازواج میں۔
بعض روایات میں جو آیا ہے کہ انہوں نے سال اپنی فاطمہ کلبیہ اور علیہ کندیہ جوئیہ سے نکاح کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے حافظ ابن القیس نے زاد المعاد میں کہا ہے کہ انہی کلبیہ اور جوئیہ سے نکاح کرنا جائز تھا مگر نہ کیا۔ اور اگر بالفرض وہ نکاح ہوئے تھے تو اس سال کے بارے میں ذی الحجہ کے جس میں صاحب زادہ ابراہیم پیدا ہوئے تھے، پہلے کیے ہوئے۔

عن ابن عباس قال قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تسعة وتسعين ألفاً من المؤمنين لثمان - متفق عليه - وعمر عائشة ان سودة لما كبرت قالت يا رسول الله حبلت يومئذ منك لعائشة فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلقم لعائشة يومئذ يومها ويوم سودة متفق عليه (مشکوٰۃ) وعنها ان النبي صلى الله عليه وسلم اذا خرج افزع بين نسائه (بخاری ص ۲۷۸) وعن انس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدور على نسائه في الساعة الواحدة من الليل والنهار وهن احد عشر عشرة قال قلت لانس اكان يطيق قال كما تحدثت له عن قوة ثلثين - (بخاری ص ۲۷۸) وفي صحيح الامميلي قوة اربعين (توضيح حاشية بخاری)

اور براتون کی تقسیم میں بھی برابری کرتے تھے کہ سفر میں ہی اس ساراۃ کا لحاظ رکھتے۔ اس پر پھر قرعہ اندازی کرتے۔ اپنی خیر امن سے کسی طبیعت کو ساتھ لے جانا اختیار نہ فرماتے۔ خاص فعل میں (جو نکاح سے ضرورت کے ساتھ مطلوب ہوتا ہے) ہی کیا حق تلفی نہ کرتے۔

اس کی قوت یہ عالم تھا کہ اس پر ان سالی میں ایک ہی ساعت میں رات بھر کے سہی از مروج سے ہم بتر ہوتے آپ کے صحبتی جو آپ کی عادت و وقت تھے یہاں کرتے کہ آپ میں تیس دن تو ہے۔ بعض کہ بخمال تھا کہ چالیس کی ہے۔

اسباب میں اور بھی اقوال میں جو اس قوت کی اور بھی وسعت ظاہر کرتے ہیں مگر ہم اپنے مخاطبین مخالفین اسلام کو ان اقوال کا مفہم معنی اور معنی سے قاصر ہوتے ہیں لہذا ان اقوال کی نقل و بیان سے بحث کی جرت نہیں کر سکتے۔

حبشہ رہنے بیان کیا ہے۔ اس پر بھی ہماری صحافین اہل کتاب کو تعجب و اعتراض ہو تو وہ اپنی کتب مذہب کو نظر انصاف سے دیکھیں اور ان میں حضرت دارود حضرت سلیمان

حضرت دارود کی ایک بڑی طاقت کی کچھ شے ایسا ذکر کتاب اول سورہ باب ۱۸

مجموعہ جلد ۱۴۵

مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

منبرِ عابد

کے حال دیکھ کر تب یقین کہ ان میں کس قدر قوت تھی۔ اور ان کے فروغ اور حرموں کی کثرت کس حد کو پہنچ گئی تھی۔ پھر ان کے مقابلہ میں ہمارے حضرت کی قوت۔ اور ان کے صرف تو تک کثرت کیوں ان کے تعجب و اعتراض کا محل ہو سہم شاید کسی کو یہ اعتراض پیدا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کس قدر قوت تھی تو وہ عالم شباب کی لیکر بچا پر سال کی عمر تک کہان پوشیدہ رہا اور حضرت خدیجہ کے ہونے وہ گہرین فہور میں نہ آئے اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ نے قناعت اختیار فرمائی اور حضرت سید علیہ السلام کو

سآیتہ ۲۷ میں ہے اس کے ہوتے دواور ہو میں (جبکا ذکر اسی کتاب کے باب ۲ آیتہ ۳۴ میں ہے۔ پھر ان میں کے ہونے چار عورتیں اور نکاح میں آئیں جز نکاح ذکر کتاب دوم سويل باب ۳ آیتہ دوسرے ۷ تک ہے) پھر ان سات کے ہونے اور بہت سی عورتیں اور حرموں کو نکاح میں لائے۔ جبکا ذکر دوم سويل باب آیتہ ۳۴ میں ہے۔

حضرت سلیمان کی سات سو بیویاں تھیں اور تین سو حرم (دیکھو اول سلاطین باب ۱۱۔ آیتہ ۳ حضرت سلیمان کی سب سے زیادہ بیویاں کہ وہ نبی تھے۔ یا یہ کہ ان کا یہ فضل خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں آیا۔ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اول سلاطین کے باب ۱۱۔ آیتہ ۱۱ میں حضرت سلیمان پر کلام خدا کا نازل ہونا بیان ہوا ہے جو نبوت کی دلیل ہے۔ دوسرا یہ کہ اس مقام میں جہان جنت سلیمان کی کثرت ازواج کا ذکر ہے۔ اس کثرت کا نابند ہونا مذکور نہیں بلکہ اس قسم کی عورتوں کا نابند ہونا جبکہ حضرت سلیمان نے پسند کیا تھا۔

قطع نظر اس سے کہ اس مقام میں حضرت سلیمان کے فضل سے کثرت نہیں جو کثرت صرف ہے کہ ان میں کس قدر قوت تھی جسکو وہ کس قدر ازواج میں صرف کرتے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل کا استعنا کی جتنی ثابت ہو چکا ہے۔ انبیاء پر قوت بطور عزت و عادت پائی گئی ہے جس کا عقلی سر ہم اس حرف سے بیان نہیں کرتے تو مخاطبین کے عقل ۲

مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب ۱۵۶

نمبر ۱۰

جو باوصف قوت جوہریت ہمیشہ مجروری ہی میں فی الجہت مشابہت ثابت کی
حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے ان برکات و جنات
بیطرف جو اس مردانہ قوت کے نتائج میں توجہ فرمائی اور حضرت داؤد علیہ السلام سے
مشابہت ظاہر کی۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف انبیاء یاقین کے جامع تھے اور اس
صرح کے مصداق سے انچہ خوبان ہمہ دارند تو تہنا داری۔ اس لیے آپ کے
مختلف اوقات میں مختلف صفات انبیاء کا ظہور ہوا۔ جبکہ نتیجہ ان اظہار ہوا جو پہلے
انبیاء کے اوصاف خاصہ میں ظاہر نہ ہوا تھا آپ کی وصف مشابہت حضرت مسیح علیہ السلام
نے یہ ثابت کیا کہ اخیر عمر میں جو آپ کی کثرت ازدواج و قوع میں لے آسین نفس مجروری
یا شہوت پرستی کا دخل نہ تھا۔ ہوتا تو اس کا ظہور عام شباب میں ہوتا۔ اور آپ کو وصف
مشابہ حضرت داؤد سے یہ ثابت ہوا کہ جو قدرت اور وحدت کا ح آپ سے اوائل عمر
میں ہوئی اس میں مجرور و راندگی کا دخل نہ تھا۔ اب ہوتا تو پیرائے سالی میں اس کا خلا
ظہور میں نہ آتا۔

آپ بالکل مجرور رہتے تو آپ کے دشمن اس وصف کمال کو نامروری پر حمل کرتے صرف
ایک برکت کا کرتے تو کم طاقتی اور سستہ لی بی اور بے پادری کا مصداق خیال کرتے
مگر وہ مشابہت ہی سے آپ اپنی قوت کو پورے طور پر کام میں لاتے تو آپ کے دشمن
آپ پر نفس پروری کا الزام قائم کرتے خدا تعالیٰ نے ان دو متضاد وصفوں کے
اظہار نتیجہ سے آپ کو دو الزاموں سے بری کیا۔

بالجملہ آپ کو مقتدر و نکاح جو اخیر عمر میں ہوئے تھے نفسانی اغراض پر مبنی نہ تھے اور
ان اغراض سے بھی خالی نہ تھے جو نکاح سے خصوصیت کو ساتھ مد نظر ہونے میں و
معہذا ان کا حق کے اعلیٰ مقاصد روحانی اغراض تھے۔ اور آپ ہی وجہ سے حکم تحت

۱۹۷ مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

مربعہ حلیہ

سے جو امت کر لیے ہے تفتنی ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ایک جماعت سلیف کا خیال و مقال پر حکم سوم کا تتمہ ہے اب بشیہ احکام نکاح کو بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھا حکم

عورتوں کے حقوق معاشرت مردوں کے ذمہ ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر دستوں کے موافق ان میں ان میں صرف رتبہ کا فرق ہے کہ مرد اعلیٰ انیسر میں اور

ولھن مثل الذی علیہن بالمعرف وللرجا علیہن درجہ (بقرہ ۶ ۲۹)

وہ ماتحت + + + حکم ایک آیت قرآن کا تہنک ترجمہ ہے جسکو حاشیہ

میں نقل کیا ہے۔ اور اس رتبہ (انسری) ماتحتی کے وجوہات ایک اور آیت میں بیان ہوئے ہیں جسکو مصنفوں یہ ہے کہ مرد عورتوں

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض ربما انفقوا نالصلحت قائمات محافظات للغیب بما حفظ اللہ (سورہ سابع ۷)

کے حاکم یا انیسر میں (ایک تو انیسر) کہ خدا تعالیٰ نے ایک گروہ مردوں (کے دوسرے گروہ عورتوں) پر قدرتی قوی و صفات میں

غلبہ ہے دوسری وجہ یہ کہ وہ مال خرچ کرتے ہیں لہذا انہیں عورتیں ہی ہیں جو خانہ کے حکم بردار ہوں اور انکی پیٹھ پیچھے راکر مال ابرو وغیرہ امر کی جوب کے سپرد ہونے لگتی ہیں۔ اس احسان کے بدلے کہ خدا انکی حفاظت کرتا ہے (یعنی ان کے خاوندوں سے کراتا ہے)۔

اس آیت میں قدرتی انسری کی دو وجہ یا قوی پہلی وجہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ بعض صفات (خو بصورتی) نازک انسانی۔ بعض امور خانہ و ادبی تربیت اولاد وغیرہ میں عورتوں کو مردوں پر غلبہ ہے۔ مگر اکثر اوصاف میں جسکو قوت عقلیہ اور علمیہ سے تعلق ہے اور وہ تمدن خانہ داری پر برتری تعلق رکھتی ہیں۔ مردوں کو عورتوں پر غلبہ ہے۔ مختلف ممالک اور مختلف ازمہ کے حالات دیکھنے سے یہ فیہی تجربہ ہو چکا ہے

کہ مرد عموماً عورتوں کی نسبت عقل میں زیادہ ہوتے ہیں علوم و صنائع کی کمالات میں۔ فائز
مشقت و قوت۔ اور شجاعت کہ کاموں میں ان کو برتر۔

جو لوگ اس وقت کہ بعض تعلیم یافتہ یورپین لیڈیوں کو مردوں کے مساوی یا ان سے بڑھ کر
سمجھتے ہیں۔ وہ ان کا مقابلہ موازنہ کرنے میں دو غلطیاں کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان
عورتوں کا مقابلہ اپنے ملک کے نالائق مردوں سے کرنے ہیں۔ ان لیڈیوں کے ہم وطن
و ہم جنس مردوں سے نہیں کرتے۔ دوسری غلطی یہ کہ صرف ان کے محدودہ اصناف
تعلیم وغیرہ (جو جو قوت عقلیہ کے متعلق ہیں پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کے مفقودہ صفات
(تہور۔ شجاعت وغیرہ) کو جو قوت عملیہ اور جسمانی طاقت کے متعلق ہیں خیال میں نہیں لائے۔
اور اگر وہ ان کا مقابلہ ان ہی کے ہم وطن مردوں سے کریں۔ انسان مردانہ صفات کو
جو ان میں مفقود ہیں پیش نظر رکھیں تو انکو ہرگز مردوں کے مساوی قرار نہیں

امر کیے کی تعلیم یافتہ عورتوں کا یہ حال سن کر کہ زمان کے سرکاری خزانہ کے دفتر میں
کتب قانون۔ تجارت کا ہوٹل میں وہ مردوں کی جگہ کام کرتی ہیں۔ وہ لوگ بہت
دھوکہ کھاتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ ان حالات کو ساتھ ہی وہ وہان کے مردوں کے
مساوی نہیں ہیں۔ اور نہ آئندہ مساوی ہو سکیں گی۔

عورتوں میں مردوں کی نسبت قدرتی جسمانی کمزوری و معذوری ایسی ہے کہ وہ انکو مردوں
کے مساوی کہی نہ ہونے دیگی چہ جائیکہ وہ ان سے فائق ہو سکیں۔

کیا عورت جبکہ حمل و رضاعت (دودہ پلانے) کی حالت لازمی ہے کہ کس کر بدوقت اسکا
یا تو بچہ پلائے۔ یا انکی برابری کرے گی۔ یا تلوار کے میدان میں سینہ سپر ہوگی یا کسی نرن
عنیم کے حملہ کے وقت اپنے گھر والوں یا قوم کی محافضت کے لیے ہر سے باہر نکلے گی۔ یا وہ
حصین و نفاس کی حالت میں جو اسکیے نادر الوقوع نہیں ہے۔ دینی خدمت امامت وغیرہ

اس نظر سے اسلام میں عورت کی امانت صحیح نہیں اور عیناً ایسی ہی ہے سنا یہ کہ عورت خادمہ الدین ہو سکتی ہے یا
نہیں اکیڈم امریکی میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو پادریوں نے غلبہ اس پر نہایت قرار دیا گیا۔

اور اگر سکین کی

اور یہ جملہ امور مردوں سے وقوع میں آتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی۔ بچوں اور قوم کی محافظت و حمایت کے لیے سینہ سپر ہوتے ہیں۔ ان کی حیا و عفت و بچانے کو اپنی جان تو بڑا ہمارے آگے کرتے ہیں و علیٰ ہذا القیاس۔

دوسری وجہ کی تفصیل محتاج بیان نہیں ہے۔ کس کس کا و کس زمانہ اور کس قوم کا آدمی یہ علم نہیں رکھتا کہ شادی کے وقت سے وقت فرق تک (طلاق سے پہلے) حواہ موت سے) مال خرچ کر کے کامٹھل مرد ہی ہوتا ہے۔ عورتیں عموماً نہ تو اپنی خرچ کی کفیل ہوتی ہیں نہ اپنے خاوند کے خرچ کی۔ باوجودیکہ نکاح کے فوائد و نتائج (مال و لذت۔ اولاد۔ کثرت النسل و احباب وغیرہ) سے دونوں بلا اشتراک نفع اٹھاتے ہیں۔ بلکہ بعض فوائد سے (جیسے چھوٹے بچوں کا ہر وقت دیکھنا) عورتیں زیادہ مستمتع ہوتی ہیں۔

ان وہ وجہ سے قرآن کا یہ دعویٰ کہ مردوں کو عورتوں پر انفسری کا رتبہ ہے بخوبی ثابت ہے۔

اب ہم ان حقوق معاشرت کی بطور تمثیل تفصیل کرتے ہیں جن میں اسلام نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق عطا کیے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اس انفسری و ماتحتی کے ساتھ عورتوں کا کوئی حق جو قدرت نے انکو عطا کیا ہے تلف نہیں ہوا۔ بلکہ قدرتی حقوق نسوان کا عقین استحکام عمل میں آیا ہے۔ مردوں کا عورتوں پر اصلی حق (جس کا ادراک عورتوں کا لائمی فرض ہے) یہ ہے کہ وہ اس کام میں جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ منسلک ہے سہ وقت انکی ضرورت و حاجت میں جب وہ اس کام کے لیے انکا بلا دین ہاں اس شخصے انکار کریں۔ اور اسلام کو وہ اپنی ہی جائز و نیک حق سمجھیں۔ دوسرے کو اس حق میں شریک نہ کریں اور نہ اسکی ذرائع و وسائل (طہارت و مصاحبت و سب)

امارت بلا ہر ای محرم مسافرت وغیرہ امین انکو شریک بناوین۔ اور اس فرض کو پورا کرنا کی غرض
 سے وہ خاوند کو گھر میں ہمیشہ حاضر رہیں کہی بلا اجازت خاوند غیر حاضر نہ ہوں اور اس کے
 اور اس کی مثل عورتوں کا حق مردوں پر یہ ہے کہ وہ بھی ان کی خاص ضرورت کو (جو
 نکاح سے مطلوب ہوتی ہے) اور باقی سبھی خانگی ضرورتوں کو (جو کہانے
 پینے۔ پہنتے۔ رہنے کے متعلق ہوں) پورا کریں ان ضروریات کے
 علاوہ مالی احسان سے بھی انکا اعزاز و اکرام کریں (جو بشرعاً ادا ہر کہلاتا ہے)
 مردوں کا عورتوں پر دو سہرا حق (جبکا ایفا عورتوں
 کا اختیاری فرض ہے) یہ ہے۔ کہ وہ ان کے مال و اولاد کی محافظت کریں
 ان کے کہانے پینے پہنتے کی ضروریات میں انکو مدد دیں اسکی بدلہ اور اسکی مثل
 عورتوں کا حق مردوں پر یہ ہے کہ وہ قدر و حسب فضل سابق کے ملاؤ بھی انپر مالی احسان کریں
 اور جو کچھ خود کہا میں ان کو کہلائیں جو کچھ خود پہنیں انکو پہنائیں اور ان کے مفوضہ کاموں
 میں زر سے یا ذات سے (جبکہ وہ لائق ہوں) انکو مدد دیں۔

مردوں کا عورتوں پر تیسرا حق یہ ہے کہ وہ انکو اپنا افسر و حاکم سمجھ کر ہمیشہ انکا ادب و تعظیم
 ملحوظ رکھیں کہی گستاخانہ فعل یا قول سے انکا مقابلہ نہ کریں۔ اور نہ انکی اطاعت
 سے خارج ہوں ادب و تعظیم تو انکا و انکی فرض ہے اور یہ حال لازمی۔ اطاعت بھی
 پہلے فرض کے ادا کرنے میں لازمی ہے مگر دوسرے فرض کے ادا کرنے میں اسوقت

جب عورت کو مرد کا ادب و اطاعت اور عورت کو خاوند پر محبت کرنے کا کم عیسائی مذہب میں ہے،
 انبیوں کے نام پورے کے خط باب ۵ میں ہے، ”جو تو اپنے شوہر کی ایسی فرمانبردار رہ جو خداوند
 کی جیسے کلیسا میں کی فرمانبردار رہی جو وہی سر بات میں اپنے شوہر کی ہو دین ۲۷
 ”یہی مرد پر لازم ہے کہ اپنے جو دن کو ایسا پار کریں جیسے اپنے بدن کو عورت اپنے شوہر کا
 ادب کرے“ اسی حکم کو جب اسوقت کہ مذہب اور آدمی اپنے عیسائی سماج وقت عورت فرمانبرداری
 شوہر کا اقرار کرتے ہیں گو اسکی تعمیل نہیں ہوتا۔ یا کم ہوتی ہے۔

بہت لازمی ہے جسکے اس فرض کی مستند ذمہ دار بنی رہیں اس فرض کے متہم ہر وہ بلاشبہ معافی
چاہیے کہ سبکدوش ہو جائیں تو پھر اس میں اطاعت اختیار ہی ہو جاتی ہے۔
اس کے مقابلہ میں اور اس کی مثل عورتوں کا مردان پر یہ حق ہے کہ
وہ ان سے محبت و خوش خلقی سے پیش آویں اور ان پر ایسے جابرانہ احکام نہ
لگائیں جو دستور کے موافق نہ ہوں۔ اور ان کی حیثیت اور طاقت سے
باہر ہوں۔ اور ان کی خفیف تفصیلات اور نافرمانیوں سے چشم پوشی کریں۔
کوئی ایسی ہی سخت نافرمانی اور بدزبانی دیکھیں۔ تو اس پر بھی ان کو غلاموں کی
طرح نہ نارین۔ اور نہ یکایک طلاق دے دیں۔ بلکہ اس حکمت اور ترتیب سے
ان کی تادیب کریں کہ پہلے ان کو زبانی فہمائش کریں اس سے وہ مطیع نہ ہوں تو
ان کو ہم بستری سے محروم کریں۔ اس سے بھی وہ منفعل نہ ہوں تو خفیف سامارین
(جس میں موہنہ پر ضرب نہ آوے) اس سے بھی ان کی اصلاح نہ ہو اور ان دونوں
میں ان بن رہے۔ تو اس امر کی تحقیق کے لئے کہ ان دونوں میں قصور دار کون
شخص ہے۔ ایک کمیشن قائم کیا جائے۔ جس میں مرد اور عورت دونوں کے
رشتہ داروں میں سے ایک ایک منصف منتخب ہو۔ اور وہ منصف جس شخص کو
قصور دار اور اپنی فرض کے ادا کرنے میں گنہگار سمجھو اس کو معقول اور فرض کے
ادا کرنے پر مجبور کریں۔ اور ان میں مصالحت و موافقت کر دیں۔ اور اگر مصالحت
کی کوئی صورت نہ پاویں اور ان میں جدائی کرانے کو ہی پسند کریں۔ تو جدائی
کر دیں۔ عورت کا قصور ثابت ہو تو اس سے خاوند کو ہر وہ غیر و مال واپس لائیں
مرد قصور دار ہو تو بلا واپسی ہر طلاق و لائیں۔

اسی قسم کے اور حقوق ہیں جن میں مرد و عورت میں مساوات قائم کی گئی ہے
اور ان حقوق کے مطالبہ کا ولیقین کو مساوی حق دیا گیا ہے۔ چنانچہ آیات

اور احادیث ذیل میں ہمارے اس دعویٰ کا کافی ثبوت موجود ہے۔

ایہ کتابین الذکر (جس میں مردوں کی انصری بیان ہوئی ہے اور عورتوں کی محکومی کے

واللتي تخافون نشوزهن فاعطوهن و

اخرجوهن في المضاجع فاضر يوهن فان

اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا

ان الله كان عليا كبيرا - وان ختم

شفاق بينهما فابتعوه حكما

من اهل ذواتهم واهلها ان يريدوا

اصلاحا يوفق الله بينهما ان الله

كان عليما خبيرا (نساء ۶)

اما الوعظ فانه يقول لها اتقي الله

فان امرت على ذلك النشوز فعند

ذلك يهجرها في المضجع ثم عند هذا

الجزء ان بقيت على النشوز ضربها

ومنهم من قال ينبغي ان يكون الضرب

بمذيل ملفوف او بيدا ولا يضربها

بالسياط ولا بالعصا وبالجمل فالتخفيف

مراعى في هذا الباب على البالغ الوجوه

ولما ذكر عند نشوز المرأة ان الزوج

يعطها ثم يهجرها ثم تضربها بين انه

لم يبق بعد الضرب الا المأكمة الى من

متصل ہی ارشاد ہوا ہے۔ جن عورتوں

سے تم کو یہ خوف ہو کہ وہ تمہارے حکم

سے اطاعت نہ کرے گی تم کے متعلق ہو خواہ اور

امور معروف کئے ہو انہیں۔ ان

کو (سپنے زبان سے سمجھاؤ دہر) سونے

میں جدا کرو۔ وہ تمہارا حکم مان لیں

تو ان پر کوئی اور رنج نہ لالو خدا سب سے

اوپر اور بڑا ہے (لوگو) اگر تم کو یہ ڈر ہو

کہ (میان بوی) کی آپس میں ان بن

ہے تو ایک نصف مرد کی جانب سے

کہہ کر و ایک عورت والوں سے یہ دونوں

صلح پائیں گے تو خدا ان میں ملاپ

کر دیگا وہ سب کا حال جانتا ہے خبردار

ہے

مارنے کی تفسیر حدیث میں (جس کا

ذکر عنقریب آتا ہے) یہ ہوئی کہ سخت نہ

مارے تفسیر میں یہ کہا ہے کہ چابک

یا لاٹھی سے ایسا مارے جس سے ہڈی

ٹوٹ جائے یا زخم ہو جائے بلکہ ہاتھ سے

مارے یا سواک سے پالنے سے روئے وال یا کپڑے سے۔	یتصف المظالم من الظالم (کبیرۃ الجلد ۳)
اس آید میں گو منصفوں کی تجویز مفاہمت کے واجب العمل ہونے کا صحیح ذکر نہیں	واضح ہو کہ خیر مباح ولا شائن (بضائی ۱۸۲ و المعالم ۱۸۲)
ہے مگر اس تجویز کا واجب العمل ہونا ان کو منصف قرار دینے سے ثابت ہوتا	۵۵۴ فیل ہوان یضربا بالسواک (فتح البیان)
ہے۔ حضرت علی رضی کریم اللہ عنہ وہم کہ زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا تو آپ نے	اس علی الحکماء ان یغیا فی اصلاح ذات البین جہد ہما فان قدرا علی
کمیشن قائم کر کے ان کو اس امر میں مجاز و مختار فرمایا کہ وہ مناسب سمجھیں تو	حاکم عملا علیہ وان اعیامہما اصلاح حاکمہ و مرایا التفریق بینہما جملہا ذلک
ان میں صلح کرادیں۔ تفرقہ مناسب سمجھیں تو تفرقہ کرادیں۔	من دون امر من الحاکم فی البلاد ولا تتکیل بالفترتہ من الزوجین و یہ قال
امام مالک و اسحق و داؤد غفرلہ اس سے یہہ استنباط کرتے ہیں۔ کہ	مالک و الا و زائی و اسحق و ہوروی عن عثمان و علی و ابن عباس الشیبی
منصفوں کو بلا حکم حاکم وقت و بلا اجازت زوجین تفریق کا اختیار حاصل ہے اگر	والنخی و الشافعی و حکامہ ابن کثیر و ابن الجمہور قالوا لان اللہ تعالیٰ قال فایقوا
وہ تفریق کو مناسب سمجھیں۔ امام ابو حنیفہ اور ایک روایت	حکم من اللہ و حکما من اہلہا و ہذا نص من اللہ سبحانہ انہما قاضیا
میں امام شافعی کا یہ قول ہے کہ حاکم وقت کی اجازت یا زوجین کی کلمات	لا وکیلان و اشاہدان و قال انکوفون و عطاء و ابن زید و الحاکم
سے ان کو یہہ اختیار حاصل ہوتا	و ہو حد حق و اشافعی ان التفریق ہو الی الامام او الی احد فی البلاد لا الیہما

ہے + ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے	ایکھا الزوجا ویامرہا الامام والحا کہ (فتح البیان ص ۵۵)
ایمان والو تم کو حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بنو اور ان کو سلوک روک نہ کہو کہ ان سے اپنے ویٹ ہوئے مال سے کچھ واپس لو۔ بجز اس حالت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔ ان سے تم و بستور کے موافق گزارن کرو وہ تم کو اچھی نہ لگیں۔ تو شاید تم کو ایک چیز نہ ہو اور خدا اس میں بہت سے خوبی رکھے۔ اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری مل جائے تو اس کو اس کو بہت سا مال دے چکے ہو۔ تو اس کو واپس نہ لو کیا اس کو ناحق اور صاف گناہ سے لیتے ہو۔ اور تم اس کو کیونکر لے سکتے ہو۔ جب ایک دوسری سے ہم بستر ہو چکے ہو اور وہ تم سے گہاڑا	یا ایہا الذین آمنوا لکما ان ترثوا النساء کرہا ولا تعضلوهن لتزہبوا ببعض ما ایتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرہتموھن فغسی ان تکرہوا شیاً ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و ایتعم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئاً تاخذونہ بھتاناً وانما مبنا۔ وکیف تاخذونہ وقالفقی بعضکم الی بعض واخذن منکم مینا قافلطا (ساع ۴)
عہد لے چکی ہیں + عورت کے زبردستی وارث بننے کی کئی صورت ہیں از انجملہ ایک صورت بعض مفسرین نے یہ بیان کی ہے۔ کہ وہ عورتوں سے بلا رغبت و حاجت صرف	عہد لے چکی ہیں + عورت کے زبردستی وارث بننے کی کئی صورت ہیں از انجملہ ایک صورت بعض مفسرین نے یہ بیان کی ہے۔ کہ وہ عورتوں سے بلا رغبت و حاجت صرف
کھلی بجائی زنا ہے۔ اور غاوند اور اس کے رشتہ داروں کو بڑا کھانا اور تکلیف دینا۔ (دیکھو تفسیر کبیر ص ۲۵۶ جلد ۳)	کھلی بجائی زنا ہے۔ اور غاوند اور اس کے رشتہ داروں کو بڑا کھانا اور تکلیف دینا۔ (دیکھو تفسیر کبیر ص ۲۵۶ جلد ۳)

قیل الخطاب رای فی قوله ترثوا وعضلوا
مع الا زواج - كانوا یحسبون النساء
غیر حاجۃ وریثۃ حتی یثبتوا منهن (اشادۃ
الی بن لایجل الخ) او یختلعون بھرن
(بیان لقوله وعضلوهن)
(بیضائی معہ حاشیہ)
الخطاب فی قوله ولا تعضلوهن من هو
فیہ اقوال الاول ان الرجل منهم
قد کان بکرۃ زوجتہ ویرید فراقہا
فکان یبئ العشرۃ معہا ویضیق
علیہا حتی تقتدی منہ نفسہا
بھم وھذا القول اختیار اکثر
المفسرین فکانہ تعالیٰ قال لایجل
لکم التزوج بھن بالاکراہ وکذلک
لایجل لکم بعد التزوج بھن
العضل والحبس لتذہبوا ببعض
ما یتقوهن۔

(کبیر ص ۲۵۶ جلد ۳)

ایک اور آیہ میں ارشاد ہوا ہے

کہ تم کو حلال نہیں کہ جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو (دھرا اور بخشش)

اس میں سے کچھ واپس لو سب اس حالت
کے کہ دونوں کو یہ ڈر ہو کہ وہ اللہ کی تدفینولایجل لکم ان تاخذوا مما یتقون
شیئا الا ان یخافوا الا یقربا حدہما للہ

رجوع حقوق زوج کے لئے مقرر کی ہیں
قائم نہ رکھ سکیں گے۔ یہہ ڈر ہو تو عورت
اپنے بدلے کچھ دیکر اپنے آپ کو چھوڑائے

قال ختم الا یقینا حد و د الله
فلا جناح علیہا فیما اقدت به
(نفسہ ۲۹ ع)

تو ان کو گناہ نہیں۔

اس آیہ میں بھی اسی حالت میں خاوند کو مال لینا حلال کیا گیا ہے جس حالت میں
عورت کا قصور ہو۔ وہ کھٹلی بے حیائی کی مرتکب ہو۔ اور خاوند سے
جدا ہونا چاہے۔ اس حالت میں حلال نہیں کیا گیا۔ کہ مرد
قصور وار ہو۔ اور بلا قصور زوجہ اوس کو طلاق دینا
چاہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیہ کے ذیل میں کہا ہے۔ کہ جبکہ
خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ عورت کو چھوڑ دینا نیکی کے ساتھ ہو تو اس آیہ میں
یہ بیان فرمایا کہ یہ بات بھی داخل احسان
ہے کہ جب کوئی اپنی عورت کو طلاق دے
تو جو کچھ وہ اوس عورت کو دے چکا ہو
وہر یا لباس (اور بخشش) اس میں سے
کچھ بھی واپس نہ لے۔ کیونکہ وہ اس کے
شریک گاہ کا مال کسی مال کے بدلے ہوا اور
اس سے نفع اٹھا چکا ہے اب کو حلال
نہیں کہ اس میں سے کچھ بھی لے لے لے
میں یہ فعل بھی داخل ہے کہ وہ اوس کو

واعلم انه تعالى لما امر ان یکون
التبرع مقررنا بالاحسان بین فی
هذه الاية ان من جملة الاحسان انه
اذ اطلقها لا یأخذ منها شیئاً من النبی
اعطاها من اللہ والثیاب وسانرها
تفضل به علیها وذلک لانه ملک
بعضها واستمتع بها فی مقابلة ما
اعطاها فلا یجوز ان یأخذ منها شیئاً
ویدخل فیضا النبی از یتقی علیہا

عکفانی الاصل والعجیب فیضہا تبعدیم انصا د علی الخیر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۰۴ مسائل نکاح و طلاق پر اعتراضات کا جواب

نمبر جلد ۱۰

تنگ کرے تاکہ وہ ناچار ہو کر اپنی بد لے مہر واپس دینے پر راضی ہو جائے جبکہ ذکر سورہ نسا میں (یعنی آیہ نمبر ۲۰ میں) ہو چکا ہے کہ ”تم اون کو اسلئے نہ روک رکھو کہ اپنی دیے مال سے کچھ واپس لو۔“ اور اس مقام میں ارشاد ہوا ہے کہ بجز اس حالت کے کہ دونوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہ کیں گے یہ ویسا ہی ارشاد ہے جو سورہ نساء (آیہ نمبر ۲۰ میں) میں ہوا ہے کہ بجز اس حالت کے کہ عورتیں کھلی بے حیائی کی ترکیب ہوں (یعنی عورتوں ہی کی بے حیائی کے خوف کے وقت مہر واپس لینا جائز ہے نہ مرد کے قصور وار ہونے کے وقت) اس دعا کی تفصیل امام رازی فرماتے ہیں تقریر سے فرمائی ہے کہ اس باب میں چار قسم کی صورتیں پیش آئی ممکن ہیں اول یہ کہ اللہ کی حدوں کو قائم نہ کرنے کا خوف عورت کی طرف سے ہو۔ دوسری یہ کہ یہ خوف مرد کی جانب سے ہو تیسری یہ کہ یہ خوف کسی سے جانب سے نہ ہو۔	لیجئھا الی الافئدہ کما قال فی سورۃ النساء ولا تعضلوهن لتذہبن بعبض ما ایتھمن و قوله ہنا الان یخافا ان لا یقیم احدهما اللہ ہو کقولہ ہنا الان یا تین بفاحشہ مبینہ * * * * * الاقتسام الممکنہ فی هذا الباب رابعہ لانہ اما ان یکون هذا الخوف حاصلًا من قبل المرأة فقط ومن قبل الزوج فقط او لا یحصل الخوف من قبل واحد منہما او یکون الخوف حاصلًا من قبلہما معًا (اما القسم الاول) وهو ان یکون هذا الخوف حاصلًا من قبل المرأة وذلك بان تكون المرأة فاشزة مبغضہ للزوج فہنا یحل الزوج اخذ المال منها والدلیل علیہ ما رویناہ من حدیث جمیلہ مع ثبوت لانہما ظہرت البغض فجوز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہا الخلع ولثابت الاخذ فان قيل فقد شرط تعالی فی هذه الاية خوفًا ماعا کیف
--	---

چوتھی یہ کہ دونوں جانب سے ہو۔

قسم اول کی یہ صورت ہے۔ کہ

عورت نافرمان ہو اور مرد سے بغض رکھتی ہو اس صورت میں مرد کو اگر وہ عورت

کی درخواست پر اس کو طلاق دینا پسند

کرے۔ مال واپس لینا حلال ہے۔ اس پر

دلیل وہ حدیث ہے۔ جس میں حبیلہ سے

اوس کے شوہر ثابت کا مال واپس لینا

بیان ہوا ہے اس صورت پر کوئی اگر یہ

اعتراض کرے کہ آیہ میں تو دو طرف کے خوف

کی شرط لگائی گئی ہے تم نے صرف عورت

کی جانب سے خوف کو مال دلانے کے لئے

کافی کہا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس

صورت میں خوف کا سبب اگرچہ عورت ہی

کی جانب سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر مرد کی جانب سے

قلم نہ لکھی کہ فی حصول الخوف منها

فقط قلنا سبب هذا الخوف وان

كان اوله من جهة المرأة الا انه

قد يترتب عليه الخوف لما حصل

من قبل الزوج لان المرأة تخاف

على نفسها من عصيان الله في امر

الزوج وهو يخاف انهما اذا لم تقطعه

فانه يضر بها ويشتهاها وربما

ذا على قدر الواجب فكان الخوف

حاصلا لهما جميعا فقد يكون ذلك

السبب منها لامر يتعلق بالزوج و

يجوز ان تذكر المرأة مصاحبة ذلك

الزوج لفقره او لقيح وجهه او لمرض

منفر منه وعلى هذا التقدير

تكون المرأة خائفة من معصية الله

۴: یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں اور تفسیر کبیر وغیرہ تفسیر میں منقول

ہے جبکہ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ثابت بن قیس اپنی عورت حبیلہ بنت عبد اللہ سے

کمال محبت رکھتا تھا۔ اور وہ اوس سے کمال عداوت کیونکہ وہ پست قامت

تھا۔ سیاہ رنگ۔ اور بد صورت اور حبیلہ خوبصورت تھی حبیلہ نے طلاق کی درخواست

کی تو اُس زناغ کی واپسی پر (جو نہر میں اسکو دے چکا تھا) طلاق دینی منظور کر لی تب

آنحضرت نے باغ واپس دلو اگر طلاق دلوادی۔